



ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

منبر العین فی حکم تقبیل الالبہامین

۱۴۰۱ھ

انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا



تمیضہ لطیف

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

۱۳۰۱
مُنِيرُ الْعَيْنِ فِي حَكْمِ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ
(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روکنا ہونا)

(۳۸۶) مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ ﷺ کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا۔

فتویٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي نور عيون المسلمين بنور
عين اعيان المرسلين، والقصد الصلاة و
السلام على نور العيون سرور القلب
المحزون محمد الرفيع ذكره في
الصلاة والاذان، والجيب اسمه عند اهل
الايمان، وعلى المصحب
تمام ثوبياں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے
سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی
بخشی، صلاة و سلام ہوا اس پر جو آنکھوں کا نور پریشان
دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر
اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے
ہاں نہایت ہی محبوب ہے و آپ کی آل و اصحاب پر

المشروحة صدورهم لجلال اسرارہ و
المفتوحة عيونهم بجمال انوارہ، واشہد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له،
وان محمد عبده ورسوله
بالمهدي ودين الحق ارسله
صلى الله تعالى عليه وعلى
آلہ وصحبہ اجمعين، وعلينا
معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين
امين، قال العبد الذليل للمولى الجليل
عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني المحنفي
القادري البرکاتي البيريلوي، نور الله عيونہ و
اصلاح شيوئہ مستعینا برب الفلق من شر
ما خلق و حامدا لله على ما اللهم ووفق۔

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے
کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال
سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے
اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث
کیا اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب
اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولیٰ حلیل کا عبد ذلیل
عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بیریلوی
کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے
تمام احوال کی اصلاح کرے درنہا یکہ وہ رب الفلق کی پناہ
میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی
اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پر نور شفیع یوم النور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سننے وقت انگوٹھے
یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر
کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے
ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث و فقہ و ارشاد علما و عمل
قدیم سلف صلی سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا
صدیق اکبر و حضرت یحیٰ زکریا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الجبیب الکریم علیہم جمیعاً الصلاۃ و التسلیم و غیر ہم اکابر دین سے حدیث روایت
فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ مس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی
اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ درمنہار و غیر ما کتب فقہ میں اس
فعل کے استنباب و استحسان کے صلیان تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد مثل متکلم قنوجی

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں ان محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تجرید و توثیق میں دائرہ بہت حدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا،

لَا يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ ۖ
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہیاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،
کل ما يروى في هذا فلا يصح برفعه البدتۃ ۖ
اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ (د)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ اسماعیل جراح رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں،
لَمْ يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ ۖ
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د)

پھر خادم حدیث پر روشنی کے اصطلاح محدثین کی نفی صحت کی وجہ سے مستلزم نہیں کہ نفی صلاح و تمسک و صلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ تصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان مقصور آور علی علما و قبول قدما حدیث کے لیے قویٰ دیگر آورند سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلا شبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصورت و روشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منہ باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کر نا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا، قلت واذا ثبت رفعه الى الصديق رضى الله
یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

روایتی عوفی نے اپنی کتاب ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ میں ایسی سند سے جس میں مجاہد بن یوسف اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشد ان محمد رسول اللہ سن کر مرجأ بجیدی وقرۃ عینی عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن الباہا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک ککڑی ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نکلی اور نہایت سخت درد پہنچا یا انہوں نے مؤذن کو اشد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے ہی کہا فوراً نکلی گئی رواد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا

الرداد الجانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمة وعزائم المغفرة ”بسنده مجاہد مع انقطاعه عن الخضر علیہ السلام انه قال من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله، مرجأ بجیدی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ثم يقبل ابهامیه ويجعلهما علی عینیه لم يرد ابد الیہ

پھر فرمایا:

ثم روی بسنده من له اعرفه عن اخ الفقیہ محمد بن البایا فیما حکى عن نفسه انه هبت مریح، فوقع منه حصاة فی عینہ فاعياه خروجها والمتہ اشد الالہ، واقتد لما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمد رسول الله، قال ذلك فخرجت الحصاة من فوسرہ، قال الرداد رحمہ اللہ تعالیٰ، وهذا یسير فی جنب فضائل الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پھر فرمایا:

وحكى الشمس محمد بن صالح المدنی امامہا وخطیبہا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصريين، انه سمعه يقول من صلی

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں
سُن کر گھر کی اُنکلی اور اُنکوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ
دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ
دُکھیں۔

على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع
ذكره في الاذان ، وجمع اصبعيه المسبحة
والا بهما وقلبهما ومسح بهما عينيه لم
يرمدا بداً

پھر فرمایا ،

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرنندی
سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور
اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت
یہ درود عرض کرے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِی یَا
رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَ یَا نُوْرَ بَصَرِیْ
وَ یَا قُوْرَةَ عَیْنِیْ ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ محمد و
فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں
ہمارے آنکھیں نہ دُکھیں۔

قال ابن صالح ، وسمعت ذلك ايضا من الفقيه
محمد بن الزرنندی عن بعض شیوخ العراق
او العجم انه يقول عند ما مسح عینیه ، صلی
اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب
قلبی و یا نور بصری یا قرة عینی : قال لی کل
منهما منذ فعله لم ترمد عینی۔

پھر فرمایا ،

یعنی امام ابن صالح مدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و
شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں
سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں
نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں
کبھی اندھ نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قال ابن صالح وانا والله الحمد والشکر منذ
سمعتہ منہما استعملتہ ، فلم ترمد عینی
وارجوان عافیتہما تدوم وافی اسلام من
العمی ان شاء الله تعالى۔

پھر فرمایا ،

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی
ہوا کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد
بن حدید الحسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

قال وروی عن الفقيه محمد بن سعيد الخولاني
قال اخبرني الفقيه العالم ابو الحسن علي بن محمد
بن حديد الحسینی ، اخبرني الفقيه الزاهد بلالي

انی الجنة کذا فی کنز العبادۃ میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں، «نحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ» یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المصنعات شرح قدوری قدس سرہانے فتاوی صوفیہ میں فرمایا شیخ مشائخ خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بکۃ الحمید مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الالبہامین و وضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الاذان، هل ہو جائز ام لا اجبت بمألفہ نعم تقبیل الالبہامین و وضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل ہو مستحب نسرح بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اورہ آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے تحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد قاسم فتنی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لا یصح فرما کر لکھتے ہیں، «دروی تجربۃ ذلک عن کشیری» یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالی لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سودمند پر لحاظ کرے، تاکہ بجز اللہ تعالی چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے ان کی قدرے تفصیل زیور گویش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لیے تو دفتر و صیغہ، بلکہ مجملہ بسیط و رکاز واللہ العوفی و نعم المعین فاقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الخ ذری التحقیق۔

افادۃ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

۱۲۵/۱ جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسموس ایران

۱۲۵/۲ فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر مکی

۱۲۵/۳ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاجابت المشتہۃ الخ نوکشور، لکھنؤ

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس بحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں ”یہ حدیث صحیح نہیں“ یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حُسن کہتے ہیں یہ یا آنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حُسن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے ٹھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و اجتماع کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج صلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیء انتہی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا یتوقف ثبوته علی الصحیح ، بل کما یشہد بہ یثبت بالحسن ایضاً۔

ترمذی کا یہ فرمان کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملے انتہی حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اُسی میں ہے :

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لا یلزم من نفی الصحیۃ نفی الثبوت علی وجه الحسن۔

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں فرماتے ہیں :

قول احمد انه حدیث لا یصح ای

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

علم ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمدیل بعد الوضوء ۱۲ منہ
علم آخر صفۃ الصلاۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ ۱۲ منہ

وضو کے بعد قولہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)
صفحہ الصلاۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ سے مقصود ا

علم ذکرہ فی حدیث التوسعة علی العیال یوم
العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ

پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
گیارہویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے

ستورہ پہلے عاشوراء کے دن اہل عیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لذاته فلا ينفي كونه حسنا لغيره ، والحسن لغيره
 يحتج به كما بين في علم الحديث
 سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلاني رحمه الله تعالى عليه اذكار امام نووي کی تحریک احادیث میں فرماتے ہیں ،
 من نفي الصحة لا ينتفي الحسن اه ملخصا
 یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔
 اہ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں ،
 هذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في
 الاحتجاج به وان كان دونه
 یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر
 حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔
 مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں ،
 لا يصح لا ينافي الحسن اه ملخصا
 یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن
 ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اہ ملخصا

سیدی نور الدین علی سمودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں ،
 قد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج
 به ، اذا الحسن مرتبة بين الصحيح والضعيف .
 یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے
 وہ قابل حجت ہے ، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و
 ضعیف کے درمیان ہے ۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینتقل الرجل قائما
 (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر
 جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا ،

۱۸۵ ص	مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان	الفصل الاول فی الآیات الواردة فیہم	لہ الصواعق المحرقة
۳۳ ص	مطبوعہ مطبع علمی لاہور	بحث حدیث حسن لذاتہ	لہ نتائج الافکار فی تحریک احادیث الازکار
۲۳۶ ص	مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۹۲۹	لہ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة
			لہ جواہر العقیدین فی فضل الشرفین
۲۰۹/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی التعل الواحد	لہ جامع الترمذی

کلا الحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث لے دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

نفیہ الصحة لا ینافی انه حسن کما علمتے صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں ہے صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلیٰ رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے ست و اربعہ آل تنگ ترجیح احادیث کہ در کتب مذکور جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتیٰ کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہہ جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تفسیلاً صحیح کہا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیّدی کمال الحق والین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول:

وقول من يقول في حديث انه لم يصح ان سلم له يعني کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ عرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

عنه المقصد الثالث النوع الثاني ذكر نفعه صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منه (م) تیسرے مقصد دوسری نوع نفع مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

لہ جامع الترمذی باب ما جاء في كراهية المشي في النعل الواحدة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱
لہ شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نفعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۵۵/۵
لہ شرح صراط المستقیم لعبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۰۲
لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثاني من باب ما لا يجوز من اهل في الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸/۳

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج فقہی ہو
 نہ کراہی و لائق اعتبار نہ ہونا نہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں
 ابتداء و انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث
 ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر
 حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سبور حفظ یا تدلیس
 وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اس مسمیٰ ثبوت قنائل ہے اور وہ سب صحیح بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ
 متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت
 احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانہا پہنتی ہے، ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم
 میں ضعیف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فتی وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے
 جدا نہ ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج و درکار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب رائج پر مطلقاً اور بعض کے
 طور پر بعد انجبار بعد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سَنَبَيْتُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (ان شاء اللہ
 تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آ رہی ہیں۔ ت) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا تمہ بالکذب پر
 ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُوئے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب
 پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہنے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کاذب ہے،
 یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقہً
 حدیث نہیں محض مجعول و افتر ہے، والیاء باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرو علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ
 العلی الاعلیٰ (اس کی روشن تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بیان کی جائے گی۔ ت) طالب تحقیق ان
 چند حروف کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر
 میں کم ملیں، واللہ الحمد والمنة (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس
 قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے
 قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت
 حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہو گا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے
 بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے
 دیدہ و دانستہ محض اُمّی بن جاتے اور مہرِ نیکو زیر دامن مکر و تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے :
 امام سند الحفظ و امام محقق علی الاطلاق و امام علی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ بروی کی عبارت
 کہ ابھی نہ کو رہیوں بحکم دلالت النص و قوی الخطاب اس دعویٰ بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں
 قرابت وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین ۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سنئے :
 امام بدر الدین زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن
 عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :
 بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر ، فان
 الوضع اثبات الکذب والاختلاق ، و قولنا
 لم یصح لایلزم منه اثبات العدم ، وانما هو
 اخبار عن عدم الثبوت ، و فرق بین الامرین ۔
 یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع
 کہنا ان دونوں میں بڑا بیل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے
 کذب و افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث
 لازم نہیں ، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے ، اور
 ان دونوں میں بڑا فرق ہے ۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا ، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا :
 و هذا ایضاً فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی
 "لا یصح" نحوہ ۲
 یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس
 حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان
 سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا علیہ صحت سے عاقل و عاری ہے ۔
 امام ابن حجر عسقلانی القول المسد فی الذب عن سند احمد میں فرماتے ہیں :
 لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون
 موضوعاً ۔
 یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم
 نہیں آتا ۔

امام سیوطی کتاب التعقیبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں :
 اکثر ما حکم الذہبی علی هذا الحدیث ،
 یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

۱۔ مجمع بحار الانوار	فصل و علومہ و اصطلاحتہ	نولکشف لکھنؤ ۵۰۶/۳
۲۔ تنزیہ الشریعۃ	کتاب التوحید فصل ثانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰/۱
۳۔ القول المسد	الحدیث السابع	مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن لیس بصحیح و هذا صادق
بضعفہ ۱۔ حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں :
لا یلزم من عدم الصحة وجود الوضع کما
لا یخفی ۲۔ یعنی کھل ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے
موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روز عاشورائے کربلا کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم لا یصح هذا
الحدیث (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں :

قلت لا یلزم من عدم صحته ثبوت وضعه و
غایتہ انہ ضعیف ۳۔ یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا
لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحافظ عسقلانی سے ناقل،

ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت
یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ ۴۔ یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت
ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو

۵۔ network.org اور ضعیف کا دوجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذهب بالداء
اصلا (کھانے سے پہلے تریوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت
قول امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں :

هو یفید انہ غیر موضوع کما لا یخفی ۶۔ یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں
جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا مفتر یا مختلف کتنے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

۱۔ التبعات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اشرفیہ ساکنہ بل شیخوپورہ ص ۴۹

۲۔ موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸

۳۔ " " " بیان احادیث الاکتال یوم عاشوراء حدیث ۱۲۹۸ " " " " ص ۳۴۱

۴۔ مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷

۵۔ موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تتبعہ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور فطیع بوضوح تام ملشت از بام ہو گیا جو کلمات عملاً مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مرہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ پٹھریں کہ نانا شہینہ کو محتاج ہے، یا متکلمین طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لکن الوہابیۃ قومہ یجھلون۔

افادۃ دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قاذب صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں، اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں، اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وہذا علی نزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجہالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقاً اذ اذکان لا یروی الا عن عدل عندہ، کیجی بن سعید القطان و عبد الرحمن بن مہدی و الامام احمد فی مسندہ، و ہناک اقوال اخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علی ما یشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے، قبلہ ابو حنیفہ خلافاً لثانی (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے قبول

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔
 قالہ فی شرح المہذب، ذکرہ فی التدریب،
 وكذلك مال الى اختياره الا امام ابو عمرو
 بن الصلاح في مقدمته، حيث قال في
 المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين
 ويشبه ان يكون العمل على هذا الرأي في كثير
 من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من
 من الرواة الذين تقادما العهد بهم و
 تعذرت الخبة الباطنة بهم۔

(ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیر میں فرماتے ہیں:

واختلفوا هل يقبل المجهول
 مجهول عين من له و فقط
 مجهول حال باطن و ظاهر
 الثالث المجهول للعدالة
 حجية بعض من مع
 وهو على ثلاثة مجعول
 و برادة الاكثر و القسم الوسط
 و حكمه الرد لدى الجماهر
 في باطن فقط فقد رأى له
 ما قبله منهم سليم فقطع

(مجهول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؛ اس کی تین اقسام ہیں، مجهول العين جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجهول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجهول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ ای للامام سلیم بالتصغير ابن ايوب
 الرازي الشافعي فانه قطع بقبوله ۱۲ منہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (د)
 اس سے مراد امام سلیم (تصغير) ابن ايوب
 رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو
 قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

۱۵۳ ص مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان
 ۴۳/۲ فیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت

اسی طرح تقریب النواوی و تدرب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں :

المجهول اقسام مجہول العدالة ظاہراً و باطناً ، و مجہولہا باطناً مع وجود ظاہراً و هو المستور ، و مجہول العین ، فاما الاول فالجمهور علی انه لا یحتج بہ ، و اما الاخران فاحتج بہما کثیرون من المحققین

مجہول کی کئی اقسام ہیں ، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو ، دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو ، اور یہ مستور ہے ، اور تیسری قسم مجہول العین ہے ، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدس اسرار ہم کا مذہب قرار دیتے ہیں ، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المہبوب کی فصل ۳ میں فرماتے ہیں :

بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث و تعدل بہ احادیثہم ، لا یكون تعلیل ولا جرحاً عند الفقہاء ولا عند العلما باللہ تعالیٰ مثل ان ینکون الراوی مجہولاً ، کلا یشاہد الخمول و قد ندب الیہ ، اولقلۃ الاتباع لہ اذ لہ یقم لہم الاثرۃ عندہ

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے ، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گناہی پسند کی کہ خود شرع مظہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجہ طعن سے بھی ہے یا نہیں ، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی خواہی باطل و مجہول ہو ، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں :

جہالۃ بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارہ الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال۔
یعنی بعض راویوں کا مہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا، فیہ سرا و مہول، ولا یضر لاند من احادیث الفضائل (اس میں ایک راوی مہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے) موضوعات کبیر میں استاذ الحدیث امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا، اندلیس بموضوع وفی سندہ مہول (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مہول ہے) امام بدر الدین زکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں، یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

علم ذکرہ فی باب فضل الاذان و اجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)
علم یرید حدیث عالم قریش یمثلوا لارض
علم ۱۲ منہ (م)
علم قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی صلاۃ التسبیح کن احمد ابو الفرج
بجہالۃ موسیٰ بن عبد العزیز ۱۲ منہ (م)
فیصلت اذان اور جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
حدیث قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
صلوۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسیٰ بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔

لہ رسالۃ فضائل نصف شعبان
لہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ لبنان ۱۴۱/۲
لہ الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷
لہ لآلی مصنوعہ صلوۃ التسبیح التجاریۃ الکبریٰ مصر ۳۴/۲

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافضی و لائی میں فرماتے ہیں :

لا یلزم من الجہل بحال الراوی ان ینکون
الحديث موضوعاً
راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا
لازم نہیں آتا۔

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء
الأخرة لم تقبل له صلاة تلك الليلة (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات
کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس
پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لائی و تعلقات میں فرمایا :
لیس فی شیء مما ذکرہ ابو الفرج ما یقتضی الوضع
یعلتین جو ابو الفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت
کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج فاطمة من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں :

کونه کذباً فیہ نظر، وانما هو غریب فی مسنده
مجہول ہے
اس کا کذب ہونا مسلم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی
علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں :

عنه قاله فی حدیث وعبد تارك الحج فليمت
انشاء یہودیہ یا انصار انیا ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو
یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنه (ت)

عنه باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله
تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ
باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله تعالیٰ علیہ وسلم
میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۱۸/۲	مطبوعة التجارية الكبرى مصر	صلوة التبييع	لہ لائی مصنوعہ
۲۶۱/۱	مطبوعة الفكر بيروت	فی حدیث انشاء الشريعة العشاء	کتاب الموضوعات
ص ۳۶	مطبوعة دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد دکن ہند	الحديث الثاني	القول المسد
ص ۱۴۳	مکتبة مجیدیہ ملتان	الباب الحادی عشر	الصواعق المحرقة

قال السهيلي في اسناده مجاهيل وهو ينفيد
ضعفه فقط، وقال ابن كثير منكر جدا وسنده
مجهول وهو ايضا صريح في انه ضعيف فقط،
فالمنكر من قسم الضعيف، ولذا قال السيوطي
بدا ما اورد قول ابن عساكر منكر "هذا حجة
لما قلته من انه ضعيف، لا موضوع، لان المنكر
من قسم الضعيف، وبينه وبين الموضوع فرق
معروف في الفن، فالمنكر ما انفرد به الراوي
الضعيف مخالفا لرواته الثقات فان انتفت
كان ضعيفا فقط وهي مرتبة فوق المنكر اصلح
حالا منه اه ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے
فقط ضعف پر ڈال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر
ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی
تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی قسم
میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول
"یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول
"یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں
کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع
کے درمیان فن اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے
منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور
روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری

اگر فتنی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اہ ملخصا
خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث
منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط
ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام حلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔
افادہ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور
جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر
میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا كالارسال بعد
عليه یعنی حدیث احياء الابوين انکریحین حتی ائمتنا
به صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ (م)
عليه قوله كالارسال اي على تفسير وهو منه على آخر
وهو هو على اطلاق ۱۲ منہ (م)

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں
یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر
آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (م)
قوله كالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر
سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (م)

عدالة الرواة وثقتهم لا يضره

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے
نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله
من الثقات

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل
کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاة میں فرماتے ہیں :

قال ابوداود هذا مرسل اي نوع مرسل وهو
المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند
الجمهور

ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے
لیکن مرسل ہمارے اور جمهور کے نزدیک حجت
ہے۔ (ت)

اور جو اسے قاض جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت ، مرقاة شریف
میں امام ابن حجر کی سے منقول :

لا يضر ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع
عليه اول صفة الصلاة في الكلا على من يات به
تساؤك في التناء ۱۲ من (م)

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضرب نہیں کہ منقطع پر فضائل
صیغۃ الصلوۃ کی ابتدا میں جہاں تناء میں وجل تناء کے
الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)

عنه تحت حديث امر المؤمنين رضي الله تعالى
عنها كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
يقبل بعض اخر واجه ثم يصلي ولا يتوضوء
۱۲ من رضي الله تعالى عنه (م)

اس کا ذکر ام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم
سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے
تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر لوٹھی نماز پڑھ لیتے تھے۔
۱۲ من رضي الله تعالى عنه (ت)

عنه تحت حديث اذا ركع احدكم فقال في ركوعه
سبحان ربّي العظيم ثلاث مرات فقد تم ركوعه قال
الترمذي ليس استاده بمنصل فقال ابن حجر
هو لا يضر ذلك ۱۲ من رضي الله تعالى عنه (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے
کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ
العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا
اسکی سند متصل نہیں تھا فظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان نہیں ۱۲ من (ت)

له فتح القدير كتاب الطهارة

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۹/۱

عليه المحلى

سہ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۴۳/۱

يعمل به في الفضائل اجماعاً۔

میں تو بالا جماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادہ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) القطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دوبارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقیبات میں ہے :

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع۔
اسی میں ہے :

المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف۔
اسی میں ہے :

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع۔
اسی میں ہے :

المنکر من قسم الضعیف وهو محتمل فی الفضائل۔
قابل استدلال ہے۔ (ت)

عَلَّہ ذکرہ فی آخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م)
عَلَّہ اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ (م)
عَلَّہ اول باب البعث ۱۲ منہ (م)
عَلَّہ قالہ فی اواخر الکتاب تحت حدیث فضل قنز وین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۔ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبۃ المدنیہ طمان ۳۱۵/۲
۲۔ التعقیبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبۃ اثیریہ سالکہ علی شیخ پورہ ص ۶۲
۳۔ " " " باب الاطعمہ ص ۳۰
۴۔ " " " باب البعث ص ۵۱
۵۔ " " " باب المناقب ص ۶۱

صرف مورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الاحتجاج فی عموم المغفرة للاحتجاج پھر خاتم الحفاظ لالی میں فرماتے ہیں :

لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد
ان راویہ لم یسم۔
صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث
موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تعد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ، ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان
ہو جاتا ہے ، تعقیبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه (حسین چہرے والوں سے محبت لانی
طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن
عائشة رضی اللہ عنہا روایت کی ، فرمایا :

اور وہ (یعنی ابی القرج) من حدیث عائشة
من طرق ، فی الاول مرجل لم یسم ، و فی الشافی
عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک ، و فی
الثالث الحکم بن عبد اللہ الایلی احادیث
موضوعة ، قلت عبد الرحمن لم یسم بکذب
ثم انه لم ینفرد به بل تابعه اسمعیل بن
عباس و کلاهما یجب ان ابہام الذی فی الطریق
الاول آھ مختصراً۔
اسے اس (یعنی ابی القرج) نے حدیث عائشہ سے
مختلف سندوں سے روایت کیا ہے ، پہلی سند میں
بمحول شخص ہے (نام معلوم) ، اور دوسری میں عبد الرحمن بن
ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے ، تیسری میں حکم بن عبد اللہ
الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں ، میں کہتا ہوں
کہ عبد الرحمن منہم بالکذب نہیں ، پھر وہ اس میں متفرد بھی
نہیں بلکہ اسمعیل بن عباس نے اس کی متابعت کی ہے
اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو
سند اول میں تھا اح مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) ، بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے
استاذ الحفاظ قوة الاحتجاج پھر خاتم الحفاظ تعقیبات میں فرماتے ہیں :

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لم یسم اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامته عشية عرفة
بالمغفرة ۱۲ منہ (مر)
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ
نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

لہ الاالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة کتاب الباس مطبعة التجارية الکبریٰ مصر ۲/۲۶۴
لہ التعقیبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سالکہ مل شیخوپورہ ۳۵

فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح ، وان كان ضعيفا فهو عاضد للسند المذكور
 جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادہ ششم (ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے) محض جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بدایت عقل شاہد کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول و مبہم کا کیا معلوم ، شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مر انفاعن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ، احتمال ساقط ۔ ولہذا محدثین دربارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے ۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل :

الناقلون سبع طبقات ، ثلاث مقبولة ، وثلاث متروكة والسابعة مختلف فيها (الی قولہ) ، تین ناقلین کے سات درجات ہیں ، تین مقبول ، تین متروک ، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ، السابعة قوم مجهولون انفرادا و بروایات ، ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات لم يتابعوا علیہا ، فقبلہم قوم ، ووقفہم اخرون ۔

بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے ، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوة الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقیبات و لالی و تدرب میں فرماتے ہیں ،

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں

عہ قالہ تحت حدیث من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)
 یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ

فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل ، وما
له یصیب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث
بکلام بعض الناس فی روايتها ، کقولہ فلان
ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلک الحدیث
مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفة
ولا معارضنة لکتاب ولا سنة ولا اجماع
ولا حجة بانه موضوع سوء کلام ذلک
الرجل فی روايته وهذا عددان ومجانر فنة

بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے ۔ (د ت)
افادہ : ہفتتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)
پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں ، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جو ، کامبر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر
ہے ، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں ، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی
تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ لڑنے یہ سنا تھا ہی مان لے ، پھر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی او
اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے ، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں
اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں :

- (۱) کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے ۔
- (۲) قہمت کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ، مخالفت قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے
کلام میں جھوٹ کا عادی ہو ۔

- | | |
|-----------------|--------------|
| (۳) کثرت غلط | (۴) غفلت |
| (۵) فسق | (۶) وہم |
| (۷) مخالفت ثقات | (۸) جہالت |
| (۹) بدعت | (۱۰) سوء حفظ |
- اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے ،

حيث قال الطعن يكون بعشرة أشياء بعضها
اشد في القدح من بعض وترتيبها على الاشد
فالاشد في موجب السرد اه ملخصا۔
الفاظ یہ ہیں کہ اسباب طعن دس اشیا ہیں، بعض بعض
سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار
سے "الاشد" "فالاشد" کی ترتیب ہے (ملخصات)۔

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، او آخر تعقیبات میں ہے:
فيه يزيد بن ابی نریاد وكان يلقي فیتلقن، قلت
هذا لا يقضى الحكم بوضع حدیثه۔
اس میں یزید ابن نریادؓ ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ
تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس
کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ، شتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح
امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں
اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن القطان ان البخاری قال كل من
قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه۔
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا
ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس
سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

علہ کا نہ مرضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت يتورع
عن اطلاق الفاظ شديدة مخافة ان يكون
بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب
الذب عن الاحاديث فاصطلح على هذا
جمعاً بين الامرین ۱۲ منہ (م)
گویا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے
استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری
لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم
ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح
استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

ابان بن جبلة الكوفي کے ترجمہ کے تحت اس کو
ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
علہ ذکرہ فی ابان بن جبلة الكوفي ۱۲ منہ (م)

۱۔ شرح نخبہ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبعہ علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۷
۲۔ تعقیبات باب المناقب مکتبہ اشرفیہ سائیکہ ہل، شیخوپورہ ص ۵۸
۳۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الكوفي مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/۱

اُسی میں ہے :

قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فید منکر الحدیث فلا یحل رواۃ حدیثہ۔
 بیچے امام بخاری کا یہ قول گرجکا ہے کہ جس کے ہائے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

باہنہ ملانے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں ، تعقیبات میں ہے :

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایۃ امر حدیثہ انیکون ضعیفاً۔
 بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۃ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف مستہم بالوضع یا کذاب و جال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے :

علہ قالہ فی سلیم بن داود الیما فی ۱۲ من (م)
 سلیمان بن داؤد یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ منہ (ت)

علہ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک کی فہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا ،

حیث قال قال المرتبة الثالثة فلان متهم
 ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان

بالکذب او الوضع او ساقط او هالك او ذاهب
 متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب

الحدیث و فلان متروک او متروک الحدیث او متروک لفظاً
 الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لفظاً

اقول وکان هذا القائل ایضاً لا یقول باستواء
 نے اسے ترک کر دیا ہے اقول گویا اس قائل نے

جميع ما ذكر في المرتبة بل فيها ایضا تشکیک
 بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس

عنده وکانہ الی ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله
 میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے ۔ گویا انہوں نے

متروک الا ان فيه ان ساقطاً و ما بعده لا یفوق
 اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ

کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں
 متروک کا و ما بعده فافہم ۱۲ منہ (م)

کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد ، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ منہ (ت)

اردی عبارات الجرح ، دجال کذاب ، او وضاع
یضع الحديث ثم متهم بالكذب ومتفق على
ترکه ، ثم متروک الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں ، دجال ، کذاب ،
وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد تتم بالکذب متفق
علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب اہم فرماتے ہیں ،

العاشر ، من لم یوثق البتة وضعف مع ذلك
بقادح والیس الاشارة بمتروک او متروک
الحديث او واهی الحديث او ساقط ، الحادية
عشر ، من اتهم بالكذب "الثانية عشر" من
اطلق علیه اسم الكذب والوضع

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو
اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو ، اس کی طرف
اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واهی الحدیث اور
ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "کیا دھواں درجہ تہے"
جو متهم بالكذب ہو ، اور بار دھواں درجہ یہ ہے کہ جس
پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو ۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں ، امام ابن محجب
اطراف العشرة پھر خاتم الحفاظ لانی میں فرماتے ہیں ،

مرعم ابن جبان و تبعه ابن الجوزی ان هذا
المتن موضوع ، و لیس كما قال ، فان الراوی
وان كان متروکا عند الاكثر ضعيفا عند البعض
فلم ينسب للوضع اه مختصرا

ابن جبان نے یہ تم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں
کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ
راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف
ہے ، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصرا

عنه في التوحيد تحت حديث ابن عدي ان الله
عز وجل قرأه و ليس قبل ان يخلق آدم
الحديث ۱۲ منه (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس
حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے
ظہا اور لیس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا
الحديث ۱۲ منه (ت)

لہ میزان الاعتدال مقدمة الكتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
لہ تقریب التہذیب " مطبع فاروقی مدنی
لہ اللالی المصنوعة کتاب التوحید التجاریۃ الکبریٰ مصر

۴/۱
ص ۳
۱۰/۱

امام بدر زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحنفیہ لائے میں فرماتے ہیں :
 بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر، و سلیمین
 بن ارقم و ان کان متروکا فلم یتهم بکذب
 محمد بن کے قول "لم یصح" اور موضوع کے درمیان بڑا
 فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ
 متهم بالکذب اور متهم بالوضع نہیں (مخصوصا دت)
 ابو الفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے - ت) لائی میں فرمایا :
 فی الحکم بوضعه نظر، فان الفضل لم یتهم
 بکذب۔
 اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل
 متهم بالکذب نہیں۔ (دت)
 تعقیبات میں ہے :

اصبح شیعہ ہے، امام نسانی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور اسی بات کی تصریح بہتقی نے کی ہے۔ (ت)

عَلَيْهِ فِيهِ حَدِيثُهُ اَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
مَا اَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ وَحْيٍ قَطُّ عَلَى نَبِيٍّ مِنْهُ وَبَلِيْنُهُ اِلَّا بِأَلْفِ
الْعَرَبِيَّةِ الْحَدِيثُ ۱۲ مِنْهُ (م) قَالَ لَمْ يَنْسَى نَبِيٌّ
عَلَيْهِ فِيهِ اَيْضًا تَحْتَ حَدِيثِ ابْنِ شَاهِيْنَ
لَمَّا كَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى مُوسَى يَوْمَ الطُّورِ كَلِمَةً
بَغِيْرَ الْكَلَامِ الَّذِي كَلَّمَهُ يَوْمَ نَادَاهُ
الْحَدِيثُ ۱۲ مِنْهُ (م)
عَلَيْهِ ذَكَرَهُ فِي اَوَّلِ بَابِ الصَّلَاةِ -
عَلَيْهِ الْكُنْيَاةُ لِلْذَهَبِيِّ ۱۲ مِنْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (م)

١١/١	١	الدلائل الموضوعة	كتاب التوحيد	مطبوعة التجارية	الكبر	مصر
١٢/١	٢	"	"	"	"	"
١٣	٣	التعقبات على الموضوعات	باب الصلوة	مكتبة شريعة	سائكة	بل

حدیث چلہ صوفیہ کرام قدست اسرار ہم کہ
من اخلص لله تعالى اس بعین یوما ظہرت
ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانہ

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص
کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر
جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی
کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقیبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "ما فیہم متہم بکذب" یہ سب کچھ سہی پھر
ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر بن
نمیہ عن القاسم متروک کان (بشر بن غیر نے قاسم سے روایت کی) یہ دونوں متروک ہیں۔ (ت) تعقیبات میں
فرمایا: بشر لم یتہم بکذب (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراہیم
خلیلاً" الحدیث (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا
تفرد بہ مسلمة بن علی الخثعمی وهو متروک (اس میں مسلمہ بن علی الخثعمی منفرد ہے اور وہ متروک
سے۔ ت) تعقیبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر
جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "فلا یعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی
مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقیبات میں فرمایا: لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع (یہ
متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا ورجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی
یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے و لکن الوہابیۃ
قوم یجھلون۔

عہ یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی
صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام لو تلذذہ
عقرب تلك الليلة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص
نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللہ تعالیٰ علی نوح و
علیہ السلام" تو اسے اس رات کچھ نہیں ڈے گا (۱۲ رات)

۳۷	مکتبہ اثربہ سائنگھل شیخ پورہ	باب الادب والدقائق	۲۱
۳۶	"	"	۲۳
۵۳	"	باب المناقب	۶۵
۱۷	"	باب الجنائز	۷۵

تذہیب یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول و بابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی ٹرچائیں برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سال کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریقِ عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لشیء ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ وہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا، ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزیزی مکرر کہ اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزیزہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوئی مجہول اور عارضہ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا غاية ما ابدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افراط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيرة - انتهى

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

والله الهادي الى سبيل الهدى -

افادہ و ہم (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا جماعی قطعی قطعیات الدلالة (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالفت ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہوتا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی اللہ دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و سنجعت ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بھینہا الفاظ کریمہ حضور اقصیٰ العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کئے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عسمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ و الحافظ الخلیلی فی الاثر شاذ (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرآنِ عالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تمام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صد ہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کرے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

عہ ذوقہ لان المتواتر لا یعتبر الا فی الحسیات

کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (ص)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

بدیہی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معتول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس مجمع و تلیف کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں و لو بسطنا المقال علی کل صورة لطال الكلام و تقاصی المرام، و لسا هنا لك بصمد و ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

تہ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت)، رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاح حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل وضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معه من النضام شیء مما سیاتی۔
یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور با اینہم حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)
مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارہ اتحاد وجان کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند

میں علی بن عروہ و مشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیث وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاهر ان الحدیث ضعیف لا موضوع (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ اُس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا و لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسند و پھر خاتم الحفاظ نے لاکئی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، و لیس فیہ ما یحیل الشروع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونه من رواۃ ابی عقال لایتجہ، و طریقۃ الکامام احمد معروفۃ فی التسامح فی
یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں مرد و انحراب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ اتحاد فضائل

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام۔
 میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عدا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ تم بکذب و وضع ہو، یہ مسلک امام اشان وغیرہ علماء رکھتے ہیں، بخیر و نیرہ میں فرماتے ہیں:

الطعن اما ان يكون لكذب الراوى بان يروى عنه
 ما لم يقله صلى الله تعالى عليه وسلم متعمداً لذلك
 او قهمنته بذلك، الاول هو الموضوع، والحكم
 عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب
 لا بالقطع، اذ قد يصدق الكذب، والثاني
 هو المتروك اهل ملقطاً

ظن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے
 عدا اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تهمت ہو،
 پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر
 وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض
 اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت

میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فیاکھ والحمرة وکل ثوب
 فیہ شهرة (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت)
 کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الا باطیل ہذا حدیث
 باطل و اسنادہ منقطع کذا قال وقوله باطل
 مردود فان ابابکر الہذلی لم یوصف بالوضع
 وقد وافقه سعید بن بشیر، وانت مراد فی

جوزقانی نے کتاب الا باطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل
 ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح
 انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر
 ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے فقط

عنه ذکره فی ترجمۃ رافع بن زید الشقی (م)

رافع بن زید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ القول المسد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعة مجلس دار المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲
 ۲۔ شرح نخبہ الفکر معز بہ النظر بمش الطعن مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

السند رجلا ، فغايتہ ان المتن ضعيف اما حكمه
بالوضع فمردود علیہ
کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے
زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر
وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ نہرہ میں فرماتے ہیں :
الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب
الراوي
موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر
کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :
احادیث الديك حکم ابن الجوزی بوضعها و مرد
عليه الحافظ بما حاصله انه لم يتبين له الحكم
بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم
هو ضعيف من جميع طرقه۔
روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار
دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس
میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمع
طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

امی میں حدیث کان لا يعود الا بعد ثلاث ذکرہ کارو و عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن کے بعد
عیادت مرضی فرماتے تھے۔ (ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلم بن علی متروک واقع ہے فرمایا :
اور وہ ابن الجوزی فی الموضوعات و تعقبوا بانہ
ضعیف فقط ، لا موضوع ، فان مسلمة یجرح
بکذب کما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر
ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے
ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع
نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

علہ المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (م)
علہ المقصد الثامن الفصل الاول فی طلب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
اٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طلب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ القسم الاول "حرف الزار"
لہ حاشیہ نہرہ النظر مع نخبة الفكر ببحث الموضوع
لہ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل التاسع
لہ الفصل الاول من المقصد الثامن فی طلبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر
۵۰۰/۱ مطبوعہ دار صادر بیروت
ص ۵۶ مطبعہ علمی لاہور
۴۵۰/۳ مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر
۵۸/۴ الفصل الاول من المقصد الثامن فی طلبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا،
 هذا تهو عجيب ، فان الحكاية رواها ابو الحسن بن
 بن فيهر في كتابه فضائل مالك باسنادك باس
 به ، واخرجها القاضي عياض في الشفاء من
 طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه
 فمن اين انها كذب وليس في اسنادها وضاع
 ولا كذاب۔
 کذاب۔ (د ت)

افادہ نہم میں امام الشان و امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا ،
 امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں ، نیز تعقیبات میں فرمایا ،
 لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعا۔ اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع
 ہونا لازم نہیں آتا۔ (د ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وہاں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل
 فرماتے ہیں کہ یہ کیونکہ موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع
 تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرقانی و
 امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ابو الفرج
 کہا بیکی متروک ہے ، تعقیبات میں فرمایا متہم کذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی
 متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول ، مجروح ، کثیر الخطا ، متروک ہونے
 سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقیبات میں ہے ،

عنه المقصد العاشر الفصل الثاني في زيارة قبر النبي
 عليه وسلم في ۱۲ من
 عليه باب فضائل القرآن ۱۲ من
 عليه آخر البعث ۱۲ من
 وسوس مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (د ت)
 باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (د ت)
 باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (د ت)

شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثاني المقصد العاشر
 التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
 مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر
 مکتبۃ اثریہ سازگاہ بل
 ۳۴۸/۸
 ص ۹

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقہ کوئی شے نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ متهم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

حدیث فیہ حسن بن فرقہ قدیس بشی، قلت، لم یتهم بکذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث ضعیف۔
عہ

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔

اسی میں ہے،
حدیث فیہ عطیہ العوفی و بشیر بن عمار
ضعیفان قلت فی الحکم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب۔
اسی میں ہے،

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابوعاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابوعاتکہ منکر الحدیث قلت "لم یجرح بکذب ولا تہمة۔"

اس حدیث کی سند میں عمار ہے لہذا یہ قابل استدلال نہیں، حافظ بن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمار کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

اسی میں ہے،
حدیث فیہ عمار لا یحتج بہ قال الحافظ ابن حجر، تابعہ اغلب و اغلب شبیہ بعمارة فی الضعف، لکن لم یر من اتهمہ بالکذب۔

علامہ زرقاتی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملأ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا: کیف یتصور وضعه ولا کذاب فیہ ولا متهم اس کا موضوع ہونا

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ آخر التوحید ۱۲ منہ

عہ اول العلم ۱۲ منہ

عہ اول باب البعث

۵۳	مکتبہ اثریہ سالکہ بل	باب البعث	۱۔ التعقیبات علی الموضوعات
۳	"	باب التوحید	۲۔ التعقیبات علی الموضوعات
۳	"	باب العلم	"
وراء	"	باب البعث	"
۲۵۹	مطبوعۃ المطبعة العامرة مصر	باب البعث	۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثباتہ بالاشیاء الغیبات

کیونکہ مقصود ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرآن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم یا کذاب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم یا وضع کر دے یا مشدود مفرط ہے یا محطی غلط یا متعصب مغالطہ واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادہ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضریہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطاب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے :

ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ "قال احمد بن حنبل" هذا کذب "یعنی بهذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفۃ۔

ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعف سے وارو ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد بن الجوزی استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا: فلیعلمہ فی ارجو ان یتکون جمیع ما فیہ صحیحاً (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم و ابن مردودہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہامی

اُس کی شرحِ حرز ثمین میں لکھتے ہیں،

صرح ابن الجوزی بان هذا الحديث موضوع
قلت "يكن ان يكون بالنسبة الى اسناده المذكور
عنده موضوعاً"
ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں
کہتا ہوں ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے
ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز حصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للحذر من
الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق
وصحيحاً من وجه آخر الخ
جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے
تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر
ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے
موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو (ت)

علامہ زرقانی حدیث اچائے ابون کریمین کی نسبت فرماتے ہیں،

قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل وهو
يفيد ضعفه فقط ، وبه صرح في موضع آخر
من الروض وايداه بحديث ولا ينافي هذا
توجيه صحته لان مراده من غير هذا
الطريق ، ان وجد ، اذ في نفس الامر لا
الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر
سهيلي نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس
کے فقط ضعف پر وال ہیں اور اسی بات کی تصریح
الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث
کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحیح حدیث کی توجیہ کے
منا فی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے
اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف
وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شیخ حدیث "صلاة بسواك خير من سبعين صلاة بغير سواك" (مسواک کے ساتھ نماز
بے مسواک کی شتر نمازوں سے بہتر ہے) ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید و صحیح سندوں سے روایت کی،
امام ضیائے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزيمة و
حارث بن ابی اسامہ و ابویعلیٰ و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم و غیر ہم اجلہ محدثین نے بطریق عبیدہ و اسانید متنوعہ

لہ حرز ثمین مع حصین تعزیتہ اہل رسول اللہ عند وفایتہ نو لکھنؤ ص ۱۰۴

لہ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة الدافع للوٹ لایف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

لہ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات امہ رما شعلی بابو یعلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۹۶/۱

لہ مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۲/۶

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ام الدرداء و غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، یا ایہم ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں، قول ابن عبد البر فی التہذیب عن ابن معین، یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا ذکر یہ حدیث باطل ہے انہ حدیث باطل، ہو بالنسبۃ لما وقع لہ اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔ من طرقہ۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور نیچے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح مختار

وغیرہ با صحاح و سنن:

ان سر جلا فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعال اف امرأۃ لا تدفع یدک لک مس قال طلقھا قال آتی اجبھا قال استمتعت بھا۔ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میری بیوی کسی بھی چھوٹے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دے۔ عرض کیا، میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ با سانیہ ثقات و مؤثقیں احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاطلاق والافراد" (اس روایت کے تمام راوی

عہد اکل من سألہا شیئاً من طعامہ او مال اعطتہ ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م) یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
۲۔ سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع "المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۹۸/۲
۳۔ مختصر سنن ابی داؤد للمافظ منذری باب النہی عن تزویج من لم یلم من النساء مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانحہ بل ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا گیا (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابو الفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النسب" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں:

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی؛
 حیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات، ولم
 يذكر من طرقه الا الطريق التي اخرجها
 الخلال من طریق ابی الزبیر بن جابر، واعتمد
 فی بطلانه علی ما نقله الخلال عن احمد،
 فابان ذلك عن قلة اطلاع ابن الجوزی
 وغلبة التقليد علیہ، حتی حکم بوضوح
 الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه، ولو عرضت
 هذه الطرق علی امامه لاعتترف ان للحدیث
 اصلا، ولكنه لم تقع له فذلك لم ار له
 فی مسنده، ولا فی ما یروی عنه ذکر اصلا
 لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر
 سوى ما سألہ عنه الخلال وهو معذور
 فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها
 اه ذکره فی اللالی۔

ابو الفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں
 دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات
 میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں
 ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے
 ابو الزبیر بن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں
 اسی پر اکتفا کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے،
 تو یہ بات ابن جوزی کے قلت مطالعہ اور غلبہ تقلید کو
 واضح کر رہی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے امام سے
 منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا
 حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش
 کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر لیتے کہ حدیث کی اصل ہے
 لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی
 سند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے
 مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے
 ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور
 امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لگائی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عہ فی اواخر النکاح

(نتیجہ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیثِ تعقیلِ ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدکر کسی ضاع، کذاب یا تہمت بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل واجب الدفع، ولہذا علیائے کرام نے صرف لایصحہ فرمایا یہاں تک کہ وہاں سید کے امام شوکانی نے بھی بآئیکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرّد کی عادت ہے، فائدہ مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور مجموعہ کتب کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع و اضعیف سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو مورثِ ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بعونہ تعالیٰ یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وب اللہ التوفیق۔

افادہ دوازدہم (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف نہایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہو جاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے: تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔ متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا: تعدد الطرق ولو ضعف ترقی الحدیث الی الحسن۔ طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: لو تم تضعیف کلہا کانت حسنة لتعدد الطرق اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علہ أخوالفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ۱۲ باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة کی فصل ثانی کے آخر میں ذکر کیا ہے

علہ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العامة ۱۲ منہ (عامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸/۳

الاسرار المرقومہ فی اخبار المؤمنین احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

و کثرتھا^۱
اسی میں فرمایا،

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور
حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد
اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

جان فی الحسن ان يرتفع الى الصحت اذا كثرت
طرقه والضعيف يصير حجة بذلك لان تعدده
قرينة على ثبوته في نفس الامر^۲

امام عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی میزان الشرعیۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں،

بدیشک جہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے
حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملتی کیا اس
قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرے میں
بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و
اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض
سے تالیف فرمایا۔

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف
اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة ،
وبالحسن اخرى ، وهذا النوع من الضعيف
يوجد كثيرا في كتاب السنن الكبرى للبيهقي السني
انفردا بقصد الاحتجاج لا قوال الاثمة واقوال
صحابهم^۳

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں درباره حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابو بکر بیہقی سے ناقل،
یہ سننیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر
قوت پیدا کریں گی۔

هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا
ضمم بعضها الى بعض احدثت قوة^۴

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقیبات میں فرماتے ہیں،
یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

المتروك او المنكروا تعددت طرقه اسرقى

علہ قالہ فی مسئلۃ النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

۲۷ الفصل الثالث من فصول في الاجوبة عن الامام ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ۱۲ من رضي الله تعالى عنه

۳۷ باب المناقب حديث النطر على عبادة ۱۲ منہ

۱۷ فتح القدير ضفة الصلوة بحث سجود على العمامة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۶۶/۱

۱۸ فتح القدير باب النواقل " " " " " ۳۸۹/۱

۲۷ میزان الکبرے للشعرائی فصل ثالث من فصول في الاجوبة عن الامام مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۸/۱

۳۷ الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۴

الی درجۃ الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی
الی الحسن۔
تقد و طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک
ترقی کرتی ہیں۔

افادہ سیزدہم (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعد و طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر
ہونے کے صانع ہیں، جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعیفوں سے ہے جو تعد و طرق سے منجبر ہو جاتے
ہیں اور حدیث کو تہہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صانع ہیں، افادہ
پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہو گئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ
حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفریح نے حدیث :

لیث عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم
یسما احدہم محمدا فقد جہل۔
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان
میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد
بروایت نصر بن شنفی مرسل مسند حارث سے ذکر کر کے ابن القطان سے نظر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،
هذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس و یدخلہ
فی قسمہ المقبول۔
یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی توثیق ہو کر اسے قسم مقبول میں
داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :
فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصلا حسنا۔
اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہو گئی۔

۱۔ کتاب المبتداء

۲۔ تحت حدیث ابنو المساجد و اخرجوا القامة منها ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔ التتقیات علی الموضوعات	باب المناقب	مکتبہ اثیریہ سانگلہ بل	ص ۵۵
۲۔ کتاب الموضوعات	باب التسمیۃ بکھم	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۵۲/۱
۳۔ اللآئی المصنوعۃ	کتاب المبتداء	دار المعرفۃ بیروت	۱۲۶/۱
۴۔ تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنو المساجد کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ			۱۵۰/۱

افادہ چہارم (حصولِ قوت کو صرف دوستوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسری فرمایا :
 ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی
 یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث
 ضعیف ہے مگر دوستوں سے آکر قوت پا گئی۔
 بورودہ من طریقین

اُسی میں حدیث ”اَكْرَمُوا الْمُعْزَىٰ وَامْسَحُوا بِرِغَامِهَا فَانْهَازَ دَوَابَّ الْجَنَّةِ“ (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے - ت) بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید بن نوفل کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اسنادہ ضعیف لکن یجبہ ما قبلہ فیتعاضدان۔ سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث ”اکرموا العلماء“ فانہ ورثۃ الانبیاء“ (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اول: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تفسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یتقویہ ما بعدہ (ضعیف ہے مگر کچھ حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا: ضعیف اشرف الضحاك بن حجرۃ لکن یعضدہ ما قبلہ (ضحاك بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشی ہے۔ ت) متبع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم (اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ میں ہے :

عنه باب ما على الهاموم من المتابعة اول الفصل الثا في ٣ منه رضى الله تعالى عنه

۱۔	تیسیر شرح الجامع الصغیر للنوادی حدیث	اکرموا المعزی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ	۲۴/۱
۲۔	الجامع الصغیر مع فیض القدير	حدیث ۱۲۲۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۱/۲
۳۔	تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت	مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ	۲۰۴/۱
۴۔	الجامع الصغیر مع فیض القدير	حدیث ۱۲۲۸	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۳/۲
۵۔	السراج المنیر شرح جامع الصغیر	زیر حدیث اکرموا العلماء	مطبوعہ مطبعۃ ازمیر مصر ۲۶۰/۱
۶۔	"	"	"
۷۔	"	"	"
۸۔	"	"	"
۹۔	"	"	"
۱۰۔	"	"	"

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعلی علی
 هذا عند اهل العلم ، قال النووی واستاده
 ضعیف نقله میرک ، فكان الترمذی یزید تقویۃ
 الحدیث بعمل اهل العلم ، والعلم عند اللہ تعالیٰ
 ثم قال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی
 عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، انما
 من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف ، غفر اللہ
 تعالیٰ له ، ومن قیل له غفر له ایضا ، فکنت
 ذكرت التہلیلۃ بالعدد السروی من غیر ان
 انوی لاحد بالخصوص ، فحضرت طعاما مع
 بعض الاصحاب وفیہم شاب مشہور بالکشف ،
 فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکاء ، فسألته
 عن السبب ، فقال اری امی فی العذاب ، فوہبت
 فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہا فضحک
 وقال انی اراها الآن فی حسن المآب فقال
 الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ
 وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم
 کا اس پر عمل سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا
 کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم
 سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم
 اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین
 ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص
 ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت
 ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے
 لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اُس میں کسی
 کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے
 ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف
 کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے
 سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں ،
 میں نے اپنے دل میں نگہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش
 دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ
 دیکھتا ہوں ، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں
 نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی ۔

امام سیوطی تعقیبات میں امام بہیقی سے ناقل تداولہا الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك
 تقویۃ للحدیث المرفوع (۱) سے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

علہ باب الصلاۃ حدیث صلاۃ التسبیح ۱۲ منہ

لے مرقات شرح مشکوۃ الفصل الثانی باب اعلیٰ المأموم من المتابعہ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳
 ملکہ التعقیبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثیریہ سالک پبل ۱۳ ص

کی تقویت ہے، اُسی میں فرمایا،

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ
الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له
استناد يعتمد على مثله۔
مقدمہ علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحیح
حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند
قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علمائے احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالبہ تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے
پایا جائے وہ سب ایک پتہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو
اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین و رکاز، عسلا مہ
نفاذاتی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں،

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع
الشرائط المذكورة فی اصول الفقه لا یفید
الا لظن ولا عبدة بالظن فی باب الاعتقاد
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات
کا کچھ اعتبار نہیں۔

عہ باب الصلاة حدیث من جمع بین الصلاتین
من غیر عذر فقد اتى بابا من ابواب الکبائر
اخرجه الترمذی وقال حسین ضعفه احمد
وغیره والعمل علی هذا الحدیث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحدیث اعتضد
بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد ان
۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

باب الصلوٰۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے
کہ جس نے دونوں نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے
ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے
اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے
اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اس سے اس بات کی
طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہل علم کے قول
کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح
متعد و محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

۱۲ ص مکتبہ اثربہ سالکہ بل
۱۰۱ ص مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار
۱۲ ص مکتبہ اثربہ سالکہ بل

۱۲ ص باب الصلوٰۃ
۲۰ ص شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء
۳۰ ص التعقیبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں، الاحاد لا تفید الا اعتماداً فی الاعتقاد (احادیث
احاد و بارہ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارہ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہئے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مرآ
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی تہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و
شرح ابن حجر کی و تعلقات و لالی امام سیوطی و قول مسند امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں
گزریں، عبارت تعلقات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالآخر اُس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹی کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب

علمہ ای دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

علمہ الاجماع المذكور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۳ منہ

علمہ مسئلہ امیر مغیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث
الراویۃ لمذہب الامیر معاویۃ و رسالہ عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الہواء الواہیۃ فی
باب الامیر معاویۃ و غیرہ میں ہے و فقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتوصیفہا و تبیینہا و نفعہا و لبساتہا تصانیفی امتہ
الاسلام بفہمہا و تفہیمہا امین یا عظم القدرۃ و اسم الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ
وصحبہ و سلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

علمہ فی فصل الحادی و الثلثین ۱۲ منہ

لہ منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار و الصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۵

میں فرماتے ہیں،

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل اصحاب
فضائل اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
متقبلة محتملة علی کل حال متطایعہا و مراسیلہا
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانوڈ ہیں مقطوع
لا تعارض ولا تردد، کذلک کان السلف
یفعلون۔
رہیں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز ثمین شرح حصین
میں فرماتے ہیں،

قد اتفق الحفاظ و لفظ الامر بعین قد اتفق العلماء
یعنی بیشک حفاظ و محدثین و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ
علی جوانہ العمل بالحديث الضعیف فی فضائل
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔
الاعمال و لفظ الحرر، لجواز العمل به فی فضائل
(مخصوصاً)
الاعمال بالاتفاق۔

فتح البین بشرح الاربعین میں ہے،

لا ند ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی
یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
حقه من العمل به، والا لمر یترب علی العمل
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
به مفسدة تحلیل ولا تحريم ولا ضیاع حق
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
للغير وفي حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل
عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
فعله حصل له اجرہ وان لم اکن قلته او کما
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علہ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انا امر جوان یتكون جیسیم ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	لہ قوت القلوب فی معاملة المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابی مصر	خطبۃ الکتاب	علہ شرح اربعین للنووی
ص ۲۲	نو لکشتور لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	علہ حرز ثمین شرح مع حصین

قال وأشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الرود على من شاع
فيه الخ
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے ، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علمائے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ
مقاصد الحسنہ میں ہے ،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال
بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو ۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں ،
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا
بس آنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو ۔

مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح
اللافتة للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح
تدریب الراوی میں ہے ،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوي
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرهما مما لا تعلق له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن حنبل
وابن مهدي وابن المبارك قالوا اذا روينا
محدثين وغيرهم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں ، امام احمد بن حنبل
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک
وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہو فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تقديمه الاوسع ۱۲ من (م) صاحب ورع وتقوى کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ من (ت)

۱ فتح المبين شرح الاربعين

۲ المقاصد الحسنہ زیر حدیث من بلغه عن الله الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۰۵

۳ فتح القدير باب الامامة نور یہ رضویہ سکتھ ۳۰۳/۱

فی الحلال والحرام شد دنا و اذا سر وینا فی الفضائل
 ونحوها تاسهلنا اھ ملخصا۔
 ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور
 جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیرہ واحد
 (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابن مہیین
 و امام ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو زکریا عنبری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء و اقوال
 نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ
 مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
 تدریج کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غلام علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،
 ضعف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول
 بہا است الخ
 فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس
 میں باتفاق علما ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او امین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: اس حدیث کو
 اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ
 اسی میں حدیث فضیلت شب براءت کی ضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے
 لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ المفہم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت
 استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زکریا یافعا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ کتاب الاذکار المنقوب من کلام سیدہ بار
 علیہ نقل هذه العبارات الثلاثة مع حق اعصارنا
 ونزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا
 المولوی عبد القادر البیدیونی ادام اللہ تعالیٰ فیضہ
 فی کتابہ سیف الاسلام السلول علی المناع بعمل المولد
 والقیام ۱۲ منہ (د)
 ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی
 عبد القادر البیدیونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب سیف
 الاسلام السلول علی المناع بعمل المولد والقیام میں ذکر
 کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

علہ اول الكتاب ثالث فصول المقدمة ۱۲ منہ (د) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱

لہ رسالہ دعائیہ مولوی غلام علی
 لہ مظاہر حق باب السنن و فضائلہا مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۷۶۶/۱

لہ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قبیم شہر رمضان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۸۴۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم
يجوز ويستحب العمل في الفضائل والتغيب
والتزهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن
موضوعاً۔
محدثین و فقہاء وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک
بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع
نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوجیہ پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی
ناہلسی نے حدیث نذیرہ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،
الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم حلیم غنیۃ المستملی فی شرح نذیرہ المصلیٰ میں فرماتے ہیں :

يستحب ان يمسح بدنه بمندیل بعد الغسل۔
لما روت عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان
للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرقه
يتنشف بها بعد الوضوء، رواه الترمذی
وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف في
الفضائل۔
(شہاکر رومال سے بدن پونچھنا مستحب جیسا کہ ترمذی نے
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد
رومال طے اعضا و مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں
ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں :

الضعيف يعمل به في الفضائل الاعمال اتفاقاً فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عَلَيْهِ اواخر الفصل الثاني من باب الاول ۱۲ من (د)
عَلَيْهِ قبيل فصل في حمل الجنابة ۱۲ من (د)
عَلَيْهِ في سنن الغسل ۱۲ من رضي الله تعالى من (د)
باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ من (د)
فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ من (د)
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ من (د)

لہ کتاب الزکا المنتجب من کلام سیدالابرار صلی علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۷
عَلَيْهِ فتح القدیر فصل فی الصلاة علی المیت مطبوعہ قوریہ رضویہ سکھر
عَلَيْهِ غنیۃ المستملی شرح منبذ المصلی سنن الغسل سہیل اکیدمی لاہور ص ۵۲

ولذ اقال امتنان مسح الرقية مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام عجل جلال سیر علی طلوع الشریا باظهار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں :

استحبه ابن الصلاح وتبعه النودی نظر الی
ان الحديث الضعیف يتسامح به فی فضائل
الاعمال۔
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں :

الذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ولستحب
لانه ما هو من الخطر و مرجو النفع۔
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف
ہی تھی۔

اقول وبالله التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ نقلہ بعض العصریین وهو فیما نری ثقة فی النقل ۱۷ من (م)

عہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیبا جۃ
حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داود حدیث من شل عن علم فکتمہ الحدیث و
للمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصا و ناسخا بہا هو منافع فیہ والوجه مع المحقق فی
عامۃ ما ذکرہ والواخشیۃ الاطلالۃ لا یتنبأ بکلاهما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیر ان شاء اللہ تعالیٰ
الی احرف لیسیر یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ص ۶۳

۱۹۱/۲

۳۳/۱

مطبوعہ مجتبائی دہلی

دار الفکر بیروت

مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۱۷ موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبۃ

۱۸ الحاوی للفتاویٰ خفیا

۱۹ نسیم الریاض شرح شفاء و بیا جہ

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح مانے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استجاب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استجاب قرار دیا اور امام محمد محمد بن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولیت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استجاب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) صلیہ شرح نیلہ میں فرماتے ہیں،

الجمہور علی العمل بالحديث الضعیف الذی
لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء
الاباحة التی لم یتم دلیل علی انتفاہا
کما فیما نحن فیہ اجدہ
جمہور علماء کا مسک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت
فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر
دلیل تمام نہ ہو جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ینافه کتاب او سنة وان لم
یشهد له ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع
الامة، فانه یوجب القبول والعمل لقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد
قیل
حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو
اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے،
تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے
قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور مقرر علم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا
حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الفصل مسئلة المنديل ۱۲ منہ (م)
علہ فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)
سنن خلیل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ علیہ المحلی شرح نیت المصلی

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المیمنية مصر ۱۴۷/۱

اور میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب " **اقول** امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا ان (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)

عَلَيْهِ آخِرُ بَابِ الْعِيدَيْنِ ۱۲ مِنْ رِضَى اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)
عَلَيْهِ فِي فِصْلٍ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ فَيَجِبُ عِنْدَكُمْ عَلَى الْمُقْلَدِ الْإِذَا قَالَ قَائِلٌ كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى الْإِطْلَاعِ عَلَى عَيْنِ الشَّرِيعَةِ الْمُطَهَّرَةِ الْوَاقِفِ فِي غَيْرِهِمَا ۱۳ مِنْ رِضَى اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُ (م)

لے درمختار باب العیدین مطبوعہ محبتی دہلی ۱۱۴/۱
سے میزان الکبریٰ فصل ان قال قائل کیف الوصول إلہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲/۱

فرماتے ہیں ،

ما جاءكم عني من خير قلته اولم اقله فاني اقول له
وما جاءكم عني من شر فاني لا اقول الشر له

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں ،

ما قيل من قول حسن فانا قلته ۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے ۔

عقیلی کی روایت یوں ہے ،

خذوا به حدثت به اولم احدث به ۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو
یا نہیں ۔

وفي الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضي الله
تعالى عنهم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے ۔ ت)
نقلی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

سأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في التوم في الحجر فقلت يا بني انت واقم
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
سرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث باطلا فقال
اي ورب هذه البلدة انه لمتى و
میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامیہ ثواب عمل کرے اللہ عز وجل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو ۔ حضور اقدس

۱۔ مستند امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ
۲۔ سنن ابی ماجہ باب اتباع السنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتہد فی لاہور
۳۔ کنز العمال بحوالہ عن الاکمال من روایۃ الحدیث ، حدیث ۴۹۲۱۰ مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت
۴۶۷/۲
ص ۴
۲۲۹/۱۰

انا قلت لہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے سہ ماہی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
ابویعلیٰ اور بطرائی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق بہا لم یتلھا
جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو اسماء ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اہل الحدیث بجماعتہم یتساہلون فی الفضائل
تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے
فیروونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث
ہیں انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں
الاحکام۔
احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی تجربہ پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے
نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث و نفاذ سند کے سمجھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع
کو پہنچے ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔
فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و تحوہ
انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و
نہ ہو یا اس کی مثل دوسرے الفاظ اس سے مراد
هذا و اوضح جدا فتثبت ولا تنزل۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو،
اور وہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ
انا عند ظن عبدي بئ (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری و مسلم
و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و العاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

لہ فوائد للنفی

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک
۳۴۴/۳ مطبوعہ دار القبلة لشفاعة الاسلامیرجہ سعودی عرب
۳۵۲/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۵۲/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۵۲/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً سے روایت کیا۔ ت) دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجه الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) مرواہ الامام احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح وتحوہ الطبرانی فی الاوسط والنفیع فی المحلیۃ عن واثلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور البوعین نے علیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عز وجلہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

افادہ نوزوہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر عظیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث مقبول اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو نعیم الدین شہر زوری میں ہے :

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسنادہ علی الشرط المذكور۔
 محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے :

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح
 ۱۔ المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ
 ۲۔ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ
 ۳۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح
 کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴
 بیروت ۳۹۱/۲
 فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشرح المذکور لا اندکذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اہل ملخصاً۔
 اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے
 کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اہل ملخصاً۔

(تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو بالکس (محقق حیث اطلاق فتح میں
 فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما
 ہو باعتبار السند ظناً ما فی الواقع فیجوز غلط
 الصحیح وصحة الضعیف۔
 اسی میں ہے،
 حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ
 سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور
 ضعیف صحیح ہو۔

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل
 ما لہ یثبت بالشروط المعتمدة عند اهل الحديث
 مع تجویز کونہ صحیحاً فی نفس الامر فیجوز
 ان یقتون قرینة تحقق ذلك، وان الراوی
 الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فی حکم
 بہ۔
 ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ
 یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی
 اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ
 کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور
 راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے
 اُس وقت با وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم
 کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے،

المحققون علی ان الصحة والحسن والضعف
 انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال
 محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب
 بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألة التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألة السجود علی کور العمامة ۱۲ منہ (م)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النور الاول الصحیح مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۵۵، ۵۶، ۵۷
 فتح القدیر باب التوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
 باب صفة الصلاة " " " ۱/ ۲۶۶

کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افادہ اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتد بنا تے اور بصیغ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علمائے زہر و دفاترین کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بنیوں کو نفع دینا درکنار اُلے باعث طعن و وقعیّت و جرح و ابانت ہو جاتے، حالانکہ العظمت اللہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاً فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب یعالد بہم فرحون، و س یلک
اعلم بالمہتدین۔
اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب
ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث،
اصحابی کالنجوم یا بہم اقتدیتم اہتدیتم۔
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)
کی نسبت فرماتے ہیں،

هذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین
اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ہذا المیزان ۱۲ من (م)۔

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شی ۱/۱
ص ۶۸
۲۔ القرآن ۵۳/۲۳ و ۳۲/۳۰
۳۔ القرآن ۴۸/۴ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۷/۶
۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱/۱
ص ۳۰/۱
مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

فہو صحیح عند اہل الکشف۔

کشف الغم عن جمیع الاممیں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین باباً من الرحمة ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحۃ وان لم یشتہما المحدثون علی مقتضی اصطلاحہم۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہ ”صلی اللہ علی محمد“ اس نے ستر دروازہ رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عز و جل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عز و جل تک پہنچتی ہے یہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرة الحق جل وعلا فکذا لک یقال فیما

علہ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ فی شریعتہ
علہ فصل فی بیان استحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

لہ میزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۰/۱
لہ کشف الغم عن جمیع الاممہ فصل فی الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۵/۱

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکبرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت۔ تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک
الفاخر الیواقیت و الجواہر آخر المبحث السابع
والاسربعین۔ اسے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب
الیواقیت و الجواہر کی سینٹالیسویں بحث کے آخر میں
ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملہ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح
فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مافی گئی تھیں،

کہا ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات
الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ و نقلہ فی
الیواقیت هنا۔ جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ
کے تیرہویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام
پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمال
جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء
قلیت شرف بمطالعته (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مر)

۱/۲۵	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	۱	المیزان الکبریٰ فصل فی استحالة خروج شیء من احوال المجتہدین الخ
۲/۹۱	" " " "	۲	الیواقیت و الجواہر باب الثالث والسابع والاربعین
۲/۸۸	" " " "	۲	" " " "
۱/۴۴	" " " "	۱	المیزان الکبریٰ فصل فی استحالة خروج شیء الخ

بنا بہت مقام بجا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوح دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الفیاء فی الحی

کثیر و ارباب الوصول قلائد

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت) بات دو پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں جی ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی موٹی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سکتی، طبع کر کے چنا کو زیر فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے اس کا استعمال بطاً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ پائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح یا تھو آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا، بعینہ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اہل تربصون بنا الا احدی الحسنین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح البین امام ابن حجر مکی و نمودج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوارِ تمیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرقم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانبِ فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانبِ ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قیل: (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں !

رواہ الامام احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیحہ" والنسائی وابن حبان والمحاکم وصحاحہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورثِ شبہہ سے تو کم نہیں تو محلِ احتیاط میں اس کا قبول عینِ مراد شارعِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي

۱۹/۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلة فی المسألة ان زلت مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۰۰/۱ مسند احمد بن حنبل مسند ابیہیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دار الفکر بیروت

حول الحمى يوشك ان ترفع فيه الاوان لكل مملوك
حمى الاوان حمى الله محاسن رحمته
رواه الشيخان عن النعمان بن بشير رضي الله
تعالى عنهما.

رہے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر
چرائے، سن لو ہر پادشاہ کا ایک رہنا ہوتا ہے، سن لو
اللہ عز وجل کا رہنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (د)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبين میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا :
رجوعهما الى شئ واحد وهو النهي التنزيهي
عن الوقوع في الشبهات۔
یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ
کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت
تنزیہ۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے :
ان يك كاذبا فعليه كذبه وان يك صادقا
يصبكم بعد الذي يعدكم۔
اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے
اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت
جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا :
ان الاخبار الضعاف غير مخالفة الكتاب و
السنة لا يلزمنا رد هابل فيها ما يدل عليها۔
ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں ان کا
رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول
پر دلالت فرماتے ہیں
لاحرم علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

عہ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ من (د) اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (د)

صحیح البخاری باب فصل من استبرأ لدينه مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اخذ الحلال وترك الشبهات " " " " ۲۸/۲
فتح المبين شرح الربيعين ۳ القرآن ۲۸/۴
قوت القلوب باب تفضيل الاخبار المطبوعہ دار صادر بيروت ۱۴۴/۱

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام كاللحلل والحرام والبيع و
النکاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا
بالحدیث الصحیح او الحسن الا انیکون فی
احتیاط فی شئ من ذلك کما اذا ورد حدیث
ضعیف بکراهة بعض البیوع او الانکحة فان
المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا یجب له

یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام
بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث
صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع
میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی
کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے
کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں ،
ويعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان
فیہ احتیاط۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس
میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکره
فی کل الصلوة لما روى الترمذی عن جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبطل اذا اذنت
فتوسل واذا اقامت فاحدروا جعل بین
اذنک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من
اکله فی غیر المغرب والشارب من شربه

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کئے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً
سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان
بٹھہر ٹھہر کر کہا کر اؤر تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ
رکھ کہ کھانیا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور
خورد والا قضاے حاجت فارغ ہو جائے ، یہ حدیث

علمہ فی شرح الخطبة حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکھہ الحدیث ۱۲ منہ

علمہ فی فصل سنن الصلوة ۱۲ منہ

علمہ قولہ فی غیر المغرب ہکذا ہو فی نسخۃ الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل هو مدرج فیہ نعم ہوتا ویل من
العلماء کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکله فی غیر المغرب من شربه فی المغرب منہ

نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ و فائدہ مہمہ فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب الزاوی النوع الثانی والعشرون المکتوب دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۱

والمعتصرا اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم.

اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔
تفہیم (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن کچنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلو من الانفسي.

جو بدھ یا ہفتہ کے روز کچنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید آغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں: مسند الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابي يقول: سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافتصدت يوم الاربعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستمانة بخديتي فقلت تبت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی قرآن برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اياك والاستمانة بخديتي (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

عہ امام ترمذی نے فرمایا: هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عہ اوخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)

کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ص ۴۶ - ۴۷ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۱۲۶/۴ منہ کامل لابن عدی من ابتد اسمعین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المكتبة الاشريه شيخو پورہ

۲۸/۳ منہ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربانی الکر والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا (۴)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،
قص الاظفار وتغلیسها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البصر، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البصر من ساعته فرای النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامه فشکی الیہ فقال له الم تسمع نهی عنہ، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بیدہ الشویفة، فذهب ما یمه فتأب عن مخالفة ما سمعہ (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید، ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی، مالکی قدس سرہ العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں،
ورفی بعض الأثار النهی عن قص الاظفار

یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذكر ذلك، فترك، ثم سرائ ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصرها، فلحقه ای اصابہ البصر، فرای النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذلك، فقال یا رسول اللہ لو یصح عندی ذلك فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کرواتے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نئی بات یاد دلائی گئی تو انھوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کرواتا سنت ثابت ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انھوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَدَنِهِ فَنَزَلَ الْبُيُوتَ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِجِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَجَدَّدَتْ مَعَ اللّٰهِ تَوْبَةً اِنْ لَا اِخَالَفَ مَا سَمِعْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

سُورَةُ بَرَاءَةِ ص ۱۰۰

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنیوں کا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت) سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائد نفیسہ طیلیدہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کی سی ضعافت تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیق ظاہر ہوتی، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادۂ لبست ویکم (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے ناظر اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ ہارز نہ اَصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگویش ہوش استماع کیا؟ اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً با حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلمات علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطبیت اُس جوش و کثرت سے آئے، اس تفسیر بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اُس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار وغیرہ خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص تصریح ہے کہ ثبوت استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میس یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب و انکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلام امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالقصہ اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علمائے فقہ و حدیث کا علمدرا مد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جبکہ انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاة التیسع کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقہان صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال دوی الحاکم عنہ علیہ الصلاة والسلام ان
سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیام فان
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ
فی فضائل الاعمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی
ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ
روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (د)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجمیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل
کریں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شی من طرق علی
حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرة
والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے
طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے
ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب منہیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہند ہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان و الاقامت کی نسبت علامہ علیؒ کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادہ ہند ہم میں زیور گوش سامعین ہو۔

یہ دلائل تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطاعت نہ ہو تو سنو دو سنو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار تاکہ۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہند ہم و ہند ہم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کمالا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ ہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح و صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل مقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی القویۃ ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابۃ کو بھی رد کر دینا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر! ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول یہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارة اخرى اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کچھ چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کیسے گئے یا نور شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی دوائی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

ثُمَّ اقول تحقیق المقام وتنقيح العلم ومجيد

يكشف الغمام ويصوّف الاوهام ان المسائل

تدور بين العلماء بعبارتين العمل والقبول

اما العمل بحديث، فلا يعنى به الا امثال

ما فيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاه

نظر اليه ولا بد من هذا القيد الا ترى ان

لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل

ففعل للمريه في الصحيح لا يكون هذا عملا على

الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنى

الرواية من دون بيان الضعف، فيكون الحاصل

ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت

عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على

تقدير صحتنا انما يرجع الى معنى العمل كيف

ولا منشاء لايجاب اظهار الضعف في الاحكام

الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ

قلوليسغ في غيرها ايضا لكان ساوفا في

الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى

تجوز المشى على مقتضى الضعاف في ما دون

الاحكام فالتوضيح ما استدللنا به خامسا واكتشف

الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين

من اهل العلوم ثلث اقدام اقلدهم فاحملا

العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا

بقبول۔

(تحقیق مقام وازالة اوهام)

ثُمَّ اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے

ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں

اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ بتے کہ اس

مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں

عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث

پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے

ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا

اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ

کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں

اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو

پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل

نہ ہو گا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر

روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہو گا کہ

ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے

فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں

نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل

بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ

احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان

کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے

روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام

میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں

برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر

دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہما احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول کاش فاضل مدق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعات کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؛ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول او الاذکار الماثورۃ کے تکرار سے محفوظ ہو جاتا لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

احدھما العلامة الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوہم بظاہر کلامہ ان محلاً اذاری حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استجابھا والترغیب فیہ اوفی فضائل بعض الصحابۃ او الاذکار الماثورۃ قال ولا حاجۃ الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توہم للفرق الظاہر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ

اقول لولا ان الفاضل المذکور مخالف المحقق لکان کلامہ معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا وباندر اج تحت اصل عام ولواصالۃ الاباحۃ فان المباح یصیر بالنیۃ مستحبا ونحن لا ننکر ان قبول الضعات مشروط بذلک کیف ولولاه لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا قلو اراد الفاضل ہذا المعنی لاصحابہ وسلم من التکرار فی قوله او الاذکار الماثورۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی ہذا المعنی

الصحيح حيث قال العبا حات تصير بالذينة
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستجاب لاجل
الحديث الضعيف الماحصل ان الجواز معلوم من
خارج والاستجاب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية الدالة على استجاب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شئ من الاحكام بالحديث
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستجاب فصار
الاحتياط ان يعمل به فاستجاب الاحتياط
معلوم من قواعد الشرع ^{الله} ملخصا فالظاهر
من عدم اسر تضا نه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه
ويؤيده تشبیه بالفرق بين الاعمال وفضائلها
فان اراده فهذه جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد انك بعضها۔

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استجاب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہد ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے
اور استجاب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استجاب پر دال ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استجاب کا شہد پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استجاب کے قواعد شرعیہ سے
معلوم ہوا ہے اور ملخصاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف نیت لیا ہے اور اس
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عہ ویکدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين
فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر
من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال
وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق
له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ما قيل، اقول
بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال الحمی
فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء المارة في
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاري و
السيوطي وغيرهم كما لا ينهي على من له اولی
مسكة ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

اسے یہ بات بھی رو کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں اسے
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں،
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
عقائد سے نہیں ہے یہ ما قبل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ مترسویں افادہ میں
گزارا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر معنی نہیں جس میں ادنیٰ سا
شعور ہو ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

لے انموزج العلوم للردوانی

على انى اقول اذن يرجع معنى العمل

بعد الاستقصاء التام الى ترجى اجر مخصوص
على عمل مخصوص اى يجوز العمل بشئ مستحب
معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص
الثواب لو ردد حديث ضعيف فى الباب فالأنت
نسا لكم عن هذا الرجاء اهو كمثل به حديث صحيح
ان وردا مودة الاكل باطل فانت صحة
الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد فى الثواب
المخصوص عليه وعلى الثاني هذا القدر من
الرجاء يكفى فيه الحديث الضعيف فإى حاجة
الى ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان
يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه و
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجه مع المحقق الدوافى والله تعالى اعلم -

كثرت اندراج كايا مباح بقصد مندوب كالتواب

ثانينهما بعض من تقدم الدوافى نرى
ان مراد النووي اى بما مر من كلامه فى الاربعين
والا ذكرا انه اذا ثبت حديث صحيح او حسن فى
فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث
الضعيف فى هذا الباب قال المحقق بعد نقله
فى الامنودج لا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي
فضلا عن ان يكون مراده ذلك ، فكم بين جواز
العمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث
فرق ، على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح و

علاوة اذ ليس من كتمانها انما كتمانها كتمانها

اب عمل كاتمنى عمل مخصوص براج مخصوص كى امید دلانا ہے
یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں مخصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں
ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی ، ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب
تحت اندراج کا واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوائی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم -
ان میں سے دوسرے دوائی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے ، محقق دوائی نے انمودج العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد کچھ معنی نہ رہے کہ اس علم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چڑھایا گیا یہ
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز علم استحباب عمل اور محض نقل حدیث

کے درمیان فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (۱)۔

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لاسيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اهـ
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (۱)۔

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا مزید یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست نہ نہ محقق دوائی کا قول "لا سیما مع التنبيه على ضعفه" بحسب انہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں:

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر کے نیوٹے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوائی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الخ

اقول لا اري احدا ممن ينتهي الى العلم ينتهي في الغباوة الى حد يجعل رواية الضعاف مطلقا حقا مع بيان الضعف فان فيه خرقا لاجماع المسلمين وتاثيرا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لاسيما مع التنبيه على ضعفه، لاس في محله والآن نعود الى تزييف مقالته فنقول **اولاً** هذا الذي ابدى ان سلم و سلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من روى حديثا في الصلاة فقد صلى اوف الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدوائى بقوله ان هذا لا يرتبط الخ

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذ یکی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مع ما تقدم۔

وثالثا اذن یكون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیہا رواية الضعفات اصلا ولوجود فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما مادونها كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیہ بخصوصه والا لا لابیان وح ما ذالینصنع بالوف مؤلفه من احادیث مضعفة سويت فی السیر والقصص والمواعظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقد ان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه الدواني بالعلوۃ۔

اقول دع عنك توسع المسانيد التي تسند كل ما جاء عن صحابي، والمعاجيم التي توحي كل ما وحي عن شيخ، بل والجوامع التي تجمع امثلا ما في الباب ورده ان لو يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم صحیحے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے خامسا سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گشتگو کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار باب کا کتب کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث تھیں جو میری ہیں جو میری، واقعات، وعظ، ترغیب ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ غامض اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے علوۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانيد وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو باب میں وارد شدہ احادیث میں علی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً پیش کے عظیم پہاڑ امام بخاری صحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی میں ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا حدیث بیان کی فرمایا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے بارغ
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لکھت تھا اھ
امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس
بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز،
ابن ابی فدیہ، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس
کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم
حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في
حائطنا فرس يقال له الخيف اه في تذهيب
التهذيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن
سعد الساعدي المدني عن ابيه وابي بكر بن
حزم وعنه معن القزاز وابن ابى فديك وزيد
بن الحباب وجماعة قال الدولابي ليس
بالقوى قلت وضعفه ابن معين وقال احمد
منكر الحديث اه وكقول الدولابي قال النسائي
كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن
احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم
ان قاله للحافظ فيه ضعف قال ماله في البخاري
غير حديث واحد اه قلت فانما الظن بابي
عبد الله انه انما تساهل لان الحسد يمشي

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہین ہے اور وہ
اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے
بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے (ت)

عنه قلت واما اخوه المهين فاضعف واضعف
ضعفه النسائي والدارقطني وقال البخاري منكر
الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان
قال الذهبي في اخيه ابى انه واه ۱۲ من رضى الله تعالى
عنه۔ (م)

صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار
لفظ "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔
۳۰۰/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۶۲/۱ مکتبہ اثیریہ سنگھ پور
۴۸/۱ من اسمہ ابی « دار المعرفۃ بیروت
نوٹ: تہذیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔
شہ تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی
مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
ص ۱۷

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا قول قد شاع وذاع ابیراد
 الضعاف فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ
 فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح
 وح یرتفع الفرق یرتفع الفرق وینہدم اساس المسئلة المجموع
 علیہا بین علماء المغرب والشرق لا اقول
 عن هذا اذالك بل عن هذين الجبلين
 الشامخين صحيحی الشيخين فقد تنزلا كثيرا
 عن شرطهما فی غیر الاصول قال الامام النووی
 فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عابون
 مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ
 عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الواقعين
 فی الطبقة الثانية الذین ليسوا من شرط الصحیح
 ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجه ذکرها
 الشيخ الامام ابو عمر وابن الصلاح (الایات)
 قال (الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات
 والشواہد لا فی الاصول وذلك بان یذکر الحدیث
 او لا باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا
 ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض
 الضعفاء علی وجه التکید بالمتابعة او لزیادة
 فیہ تبہہ علی فائدة فیما قدمہ وقد اعتذر
 المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والاستشهاد
 فی اخراجه من جماعة ليسو من شرط

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں
 احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے
 لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں
 حدیث ضعیف کے مطلقا روایت کرنے کو منع کرنا صریحا
 باطل ہے، اور اس صورت میں فرق ترفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی
 اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی
 ہے یہ میں اس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات
 نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پستار
 بخاری و مسلم کی صحیحین کو وہ اصول حکماء میں اپنے شرائط
 سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے
 مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں
 نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب
 میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت
 لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی
 شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن
 نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے
 جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ
 کہا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں
 ہے جنہیں بطور متابع اور شہد ذکر کیا گیا ہے اصول
 میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک
 ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام
 راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحق بن یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ العتاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیف کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
العمرى والنعمان بن راشد (الخرج مسلم عنهم
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى) وقال
الامام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القارى شرح صحيح البخارى يدخل في المتابعة
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ العتاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیف کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر معمول و شواہد متابعت سے متحقق کرنے کی مجھے کیا ضرورت جبکہ کمزور (غیر صحیح) روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا، رہا معاملہ راویوں کا توان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفا و خلفا یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی جو حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاد ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

وخامسا أقول مالى اخص الكلام
بغير الاصول هذه قناطير مقطعة من السقام
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء
فمن جاء بها وكم منهم التزموا بيان ما هنا
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقررة
بالبيان اللهم الا نادرا لداع خاص، وقد اكثروا
قديما وحديثا من الرواية عن الضعفاء و
المجاهيل ولم يعد ذلك قد حاق بهم ولا ارتكاب
ما ثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي
الحافظ شيخ البخارى ومن رجال صحيحه
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اہ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں تبھیوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسندیں اور کوئی اکاؤنٹ کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس پر نہیں وزن ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجنا نہ ملتا حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس سند میں بہت کم احادیث روایت کرتا۔
میرے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی سنی ملے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين اھ
ولوسرودت اسماء الثقات الرواة عن
المجروحين بكثرو طال فليس منهم من
التزم ان لا يحدث الا عن ثقة عنده
الا نزل قليل كشعبة ومالك واحمد في
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا
بعد واحد ثم هذا ان كان ففى
شيونهم خاصتنا لا من فوقهم و
الاسما اق من طريقهم ضعيف اصلا
ولكان محجود وقوعهم فى السند دليل
الصحة عندهم اذا صح السند اليهم
ولم يثبت هذا الا حديثه هذا الامام
الهام يقول لا ينسب عبد الله
لواردت ان اقصر على ما صح
عندى لمار ومن هذا
المسند الا الشئ بعد الشئ
ولكنك يا بنى تعرف طريقى فى
الحديث اف لا خالف ما يضعف
الا اذا كان فى الباب شئ يدفعه
ذكره فى فتح المغيثة واما المصنفون

عہ او اخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

فاذا عدوت امثال الكتب الثلاثة للبخاري
ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في
كل باب على كل نوع من انواع الحديث
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم
لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى افتحام
مالا يبيحون وان ترغم تراغم انهم
لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام
المحديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده و
ماله اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها امرح
من بعض امرح والصحيح ما افاده الامام الحافظ
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج
اولا لاعتبار ما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي فيه
وهن شديد وهذا الذي يشهد به

رد كرفس یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات تو اگر آپ امثال اکتب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا
تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزاء
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کہتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود
کو ہی صحیح ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان گزری گئی جس طرح
حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا
اس کے شرفنا اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب
رسنن ابی داود میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داود کے کلام میں لفظ صالح
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

ان واقعہ فعلیک بہ وان قیل وقیل وقد نقل عن اعلام
سیوالنبلاء للذہبی ان ما ضعف اسنادہ لنقص

عنه ای قیل حسن عنده واختاره الامام المنذری
وبہ جزم ابن الصلاح فی مقدمته وتبعہ الامام
النووی فی التقریب ای وقد لا یكون حسناً عند غیرہ
كما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عنده ومشی علیہ
الامام الزیلعی فی نصب الراية عند ذکر حدیث القلتین
وتبعہ العلامة حلبی فی الغنیة فی فصل فی
النوافل وكذلك یقال ههنا انه قد لا یصح عند
غیرہ بل ولا یحسن اما الامام ابن الصلاح فی الفتح
اول کتاب وتلیذہ فی الحلیة قیل صفة الصلاة
فاقتصر علی الحلیة وهی تشبه فی نصب
قول من قال حسن وهذا الذی ذکره الحافظ متبعه
فیہ العلامة القسطلانی فی مقدمة الارشاد و
خاتم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال
لکن ذکر ابن کثیر انه روی عنه ما سکت عنه فربما حسن
فان صح ذلك فلا اشکال اھ اقول لقائل ان یقول
ان الحسن اطلاق وان القدماء قل ما ذکر وہ و
انما الترمذی هو الذی شہرہ وامرہ فایدر ہنا
انه ان صح عنه ذلك لم یرد بہ الا هذا الذی
استقر علیہ الاصطلاح فافہم واللہ تعالیٰ

اعلم ۱۲ منہ (ھ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید ہے نفس الامر اس پر شاہد ہے اور نتیجہ پر یہی لازم ہے
اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الراية میں قلتین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے
غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدر راہدائے کتاب میں ادا ان کے شاگرد نے
حلیۃ الحلی میں صفة الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے محکمہ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا، پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے
اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (د)

حفظ راویہ فمثل هذا یکت عنه ابو داود وغالباً الخ
و معلوم ان کتاب ابی داود انما موضوعه الاحکام
وقد قال فی رسالته انما لم اصنف کتاب السنن
الا فی الاحکام ولہم اصنف فی الزہد و فضائل
الاعمال وغیرہ الخ وقال الشمس محمد بن السخاوی
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحہ
للمترمذی قول السلفی علی ما لہ یقع التصریح
فیہ من مخرجہا وغیرہ بالضعف فیقتضی کما
قال الشارح فی الکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتاً عنه ولم یصرح بضعفه ان ینکون صحیحاً و
لیس هذا الاطلاق صحیحاً بل فی
کتاب السنن احادیث لم یتکلم فیہا
الترمذی و ابو داود ولم نجد لغيرہم فیہا کلاماً و
مع ذلك فہی ضعیفة و قال فی السیرۃ الحق
ان فیہ "اف فی مسند الامام الحمد رضی اللہ
تعالی عنہ" احادیث کثیرة ضعیفة و بعضها
اشد فی الضعف من بعض الخ و نقل بعیدہ
عن شیخ الاسلام الحافظ انہ قال
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی
ما فی الصحیحین باکثر ضعف من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داود
سیر اعلام النبلاء ترجمہ علی ابو داود بن اشعث

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو
ایسی حدیث کے بارے میں ابو داود سکوت اختیار کرتے ہیں
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابو داود و شریف کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے اپنے رسائل میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے
نہیں الخ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی پس اس کا
تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا
ابو داود نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں
اور مرقات میں فرمایا: حتی یہ ہے کہ اس معنی مسند احمد رضی اللہ
تعالی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ
اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جزاء احادیث
مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۱۲)

سہ رسائل سنن ابی داود الفصل الثانی فی الامور التي تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۵/۱
سہ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسب دارالامام الطبری بیروت ۱۰۰/۱ و ۱۰۱
سہ مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری و مسلم الذی التزامہ الخ مطبوعہ مکتبہ امداد ملتان ۲۳/۱

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد
لن اسرار الاحتجاج بحديث من السنن
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الرزاق مع الامروفيہ اشد او بحديث
من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها
الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج
ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان
يحتج بشئ من القسمين حتى يحيط به وان
لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح
او تحسين قلده والا فلا يقدم على
الاحتجاج فيكون كحاطب ليل قلعه يحتج
بالباطل وهو لا يشعر الله وقال الامام
عثمان الشرنوبی فی علوم
الحديث حکى ابو عبد الله بن مندة
الحافظ انه سمع محمد بن سعد
الباوردی بمصر يقول كانت من
مذهب ابی عبد الرحمن النسائي
ان يخرج عن كل من لم يجمع
على تركه وقال ابن مندة وكذلك
ابوداؤد السجستاني ياخذ ما خذه
ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم
يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده
من رأي الرجال اه وفيها بعيد ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الفرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو ٹکڑیاں
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
امام عثمان شرنوبی نے علوم الحديث میں فرمایا: ابو عبد الله
بن مندة حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائي کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن مندة نے کہا،
اسی طرح ابوداؤد سجستانی اس کے مانعہ کو لیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری شہ مروجہ ہو کہ ان کے نزدیک لوگوں کی

كثيرة نرائدة على أصله وفيها الصحيح
والحسن بل والضعيف أيضا فينبغي التحرز
في الحكم عليها أيضا أم نصوص العلماء في
هذا الباب كثيرة جدا وما أوردنا كاف في
إبانة ما قصدنا وبالجملة فروايتهم الضعاف
من دون بيان في كل باب وان لم
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر
وانما اظننا ههنا لما شئنا خلافة من
كلمات بعض المجلة، والحمد لله
على كشف الغمة وتبئيت القدم
في الزلة فاستبان ان لو كان المراد
ما نزع من هذا الذي نقلنا قوله لكانت
التفرقة بين الاحكام والضعاف
قد انعدمت والمسألة الاجماعية
من اساسها قد انهدمت
هذا وجهه ولك ان تسلك مسلك
ارضاء العنان وتقول على وجه التشقق
ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد
سروا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا
عند وجود الصحيح فاي الفرق
وان لم يوجد فالامر اشد فان
التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الامانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر
حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہئے اور
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور
جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے
کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ
کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے
کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے ہی حمد ہے جس نے تائید کی دُر کر دی اور پھسلنے کے
مقام پر ثابت قدم رکھی پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر
ان کی مراد وہی جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف
کے درمیان تفریق ختم ہوگی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم
ہو گئی ایک تو یہ قریب ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے
ہوئے علی وجہ التشیق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے
بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مرقی ہوئی دیکھا جائیگا اس میں کوئی
صحیح حدیث پائی جاتی ہے لیکن اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے
ہوئے سکتا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام المأقرونة؛
قراردیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کھستہ ہوگی تو اس کے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قد يبديه بعض العلماء
عذر ائمن روى الموضوعات ساكتاً عليها
ثم هم لا يقبلون - قال الذهبي في الميزان
كلام ابن مندة في ابى نعيم فطيم لا احب
حكايته ولا قبل قول كل منهما في الآخر
بل هما عندي مقبولان لا اعلم لهما ذنب
اكبر من مروايتهما الموضوعات ساكتين عنها
اه وقد قال العرفاء في شرح
الفيتن ان من ابرئ اسناده
منهم فهو ايسر لعذره اذ حال
ناظر على الكشف عن سنده
وانكاف لا يجوز لسا السكوت
عليه اه

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندة کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتاً روایت کیلئے اور انکی نشان دہی نہیں کی اس عرقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لئے اس پر سکوت جائز تھا

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تسابیل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

عہ فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)
عہ نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات
۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت
تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

لہ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۳ احمد بن عبد اللہ ابونعیم الخ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱/ ۱۱۱
تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۶

حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استدلال کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارث اقدس کیف و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوشت سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقول تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذت بلکہ بلا حفظ امکان صحت ترجیحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت قواعد فی مدخلت سے صاف ہی ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استواء کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کراہت اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور ضالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعافت میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا کئے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مافی جائے گی ورنہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بخدا اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثنا قول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دمار و فروع و مضار و خباثت تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استدلال کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق دوائی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

هذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ
عن المحقق الدوائی، وهذا هو المعنی
ما نص علیہ الا ما ما بن دقیق العید و
سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام و تبعہما
شیخ الاسلام الحافظ و نقلہ تلمیذہ السخاوی

فی فتح المغیث وفي قول البديع والسيوطي في
التدرييب والشمس محمد الرملي في شرح
المنهاج النووي، ستهتم من الشافعية، ثم
اشره عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية
ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلافي في
الدر المختار واقرأه هما ومحشو الدر الحلبی
والطحطاوی والشامی فیہا وفي منحة الخالق
خمسهم من الحنفية، من اشتراط العمل
بالضعيف باندراجہ تحت اصل عام، وهو اذا
حققت ليس بتقييد فرائد بل تصريح بمضمون
ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد
والاحكام، كما اوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا
بعد انزهاق ما ظن الظانان من ان
الكلام في الاعمال الشائبة بالصحيح، كيف
ولو كان كذلك لما احتج الى هذا الاشتراط
كما لا يخفى والله الهادي الى سوى الصراط.
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدربیب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شواہع میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلافی نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین حلبی،
طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منہج الخالق
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد
والاحکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما
کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائز، محض مغالطہ
فریب و ہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صدمہ جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کما حقہ نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفہم
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی
اہمیت قائم رکھنا بدرجہ اولیٰ و لکن الوہابیۃ لا یسمعون و اذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العاقبة آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین - ت)

اقادہ بست و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)
اقول اولاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والیفہ عراقی و شرح ألفیۃ المصنف میں تمنا غیر الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو - ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ما سوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو - ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو - ت) علیہ میں الذی لیس بموضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو - ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو - ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یہ وہ نہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں - ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زر قافی شرح مواہب میں ہے عادیۃ المحدثین التساہل فی غیر الاحکام والعقائد ما لیس یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں قہر کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ علی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

علہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں
تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م) اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
انگی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھینچنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر سے دیکھو - (ت)
علہ نقل ہذا وما سیاقی عن عیون الاثر بعض عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی
الاثربین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) ان کو بدست معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۳/۱
۲ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرقۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹
۳ مقدمہ سید شریف
۴ علیۃ المجلی شرح علیۃ المصطفی
۵ الاذکار المنقخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷
۶ کتاب العلم لابن عبد البر
۷ شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المتصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۴۲/۱

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم و الضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیره من الائمة اذا روينا فی الحلال و الحرام شددنا و اذا روينا فی الفضائل ونحوها تساهلنا۔

واضح رہے کہ اصحاب سیر بر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحی محمد ثعلبی دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحجت سوئے حفظ بعض روایہ یا اختلاف یا تدلیس بود با وجود صدق و دیانت منجر میگردد بتعد و طرق و اگر از جهت اتهام کذب راوی باشد یا شذوذ بخلافت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچه تعد و طرق داشته باشد منجر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول الخ

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعد و طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتهام کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعد و طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب و شاع ہی کا درجہ، ابنِ شہان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابنِ حبان و الجوزجانی و قال البخاری ترکہ یحییٰ و ابن مہدی و قال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم عافط نے تقریب میں فرمایا متهم بالكذب و رہی بالرفض (اس پر کذب کا اتهام ہے اور اسے روافض کی

۱۔ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳/۱
 ۲۔ شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳
 ۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر کلبی مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت) بالانہم عامۃ کتب سیر و تفا سیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکلیف نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبة وجماعة ورضوه فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر^۱ ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب مایروی عن الکلبی انساب و اخبار من احوال الناس وایام العرب و سیرہم و ما یجری مجری ذلک مما سمع کثیر من الناس فی حملہ عن لایحمل عنہ الاحکام و من حکى عنه الترخیص فی ذلک الامام احمد^۲ کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنین و چنان کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعة علمہ (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر (بسیا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بالانہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة جہاں انہوں نے باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی برصغہ آئندہ)

۱ میزان الاعتدال نمبر ۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲
۲ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عمار می بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱
۳ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گھر الزوال ص ۳۱۲-۳۱۳
۴ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نور بدین کھر ۶۹/۱

بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات پر سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالاً یخفی علی من طالع کتب القوم (بسیا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے،
 کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار و السیر و یہ اخبار و احوال، علم سیر و مغازی، حوادث زمانہ
 المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر
 وغیر ذلک۔ اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعثت مذکورہ درج موضوعات کیا اس
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں اور یہ بھی افادہ
 ہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ وہ امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا تو وہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للماء الی البساتین و هذا تقوم به الحجۃ
 عندنا و اذ وثقنا الواقدی، اما عند المخالف
 فلا لتضعیفہ ایاہ اھ و قال فی فصل فی الآثار
 قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی
 اول کتابہ المغازی و السیر من ضعفہ و
 من وثقہ و رجح توثیقہ و ذکر الاجوبۃ
 عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ (م)
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)
 کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور
 ”فصل فی الآثار“ میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں ہماری
 شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی و السیر
 میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دوبارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گورائی ہے ولہذا الحجۃ السامیہ ۔

خامساً اور سنیے وضو کے بعد اِنَّا اتزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے ، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا ، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا ، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعافت پر عمل روا ہے ۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاة شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ من هذه الجملة فاجاب بما نصبه الاحاد التي ذكرها الشيخ ابواللیث فقع الله تعالى ببركته ضعيفه والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعلماء في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شئ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله اه

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفی صفا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علما حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت)۔

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا ، حضور کو بہلاتا ، انگشت مبارک سے چہرہ اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا کہ یہی نے دلائل النبوة ، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین ، خطیب نے تاریخ بغداد ، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلیہ شدید الضعف پر ہے ، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا : احادیث باطلہ تدرہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں ۔ ت) ، باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا ، ہذا حدیث غریب الاسناد

حلیہ المحلی شرح نیتہ المصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۴ احمد بن ابراہیم حلیہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۸

والمتمن دھونی المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صديق وصديق صديق وعد وعد والله وكان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹہ معہ فی البیت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابو بکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد قیسا کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیباً جبکہ حدیث میں ایسا وارو ہوا تو ہمیں باقدائے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجے بکثرت لیجے و هذا الاخیار قد بلغ الغایة و فیما ذکرنا کفایة لاهل الدرایة (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث و دلائل ذکرہ انہ ذات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعته مراراً یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد ہیں حافظ ہے نقل مختلف آئی، شامی نے فرمایا مطلقاً ہی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا

عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (د) (شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)
لحم المواہب الدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد المتین، المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۲/۱
لحم کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الایک الابيض دار الفکر بیروت ۴/۳
لحم تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲
لحم التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

شديد الضعف هو الذي لا يخلو طريق من طريقه
عن كذاب او متهم بالكذب^۱
یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:
ان يكون الضعف غير شديد فيخرج من الفرد
من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش
غلطه^۲
وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب
اور متهم بالکذب میں منفسد ہو یا جو فحش الغلط
ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا فیسم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:
ان يكون الضعف غير شديد كحديث من الفرد من
الكذابين والمتهمين ومن فحش غلطه^۳
یہ میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور
متهمین سے ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

عنت وهكذا عزابعض العصرين وهو المولوى
عبد الحق النكوى في ظفر الاماني الى التدریب و
القول البديع حيث قال الشرط العمل بالحديث
الضعيف ثلث شروط على ما ذكره السيوطي في شرح
تقريب النووي والسخاوي في القول البديع في
الصلاة على الجيب الشفيع وغيرهما الاول عدم
شدة ضعفه بحيث لا يخلو طريق من طريقه من
كذاب او متهم بالكذب الخ اقول لكن ستمعك
نصي التدریب والقول البديع فيظهر لك ان
وقم ههنا في النقل عنهما تقصير شنيع
فليست به ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (هـ)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے ظفر الامانی میں
"التدریب" اور "القول البديع" کی طرف ایسے ہی
مقرب کیا انہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل
کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووي"
اور سخاوی نے "القول البديع في الصلاة على الجيب"
الشفيع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر
کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طرز اس کے
تمام طرق کذاب اور متهم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی
عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد
ہوئی ہے وغور کرنا چاہئے۔ ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

۱۔ رد المحتار مستجابات الوضوء مطبوعہ مصطفیٰ البابانی مصر
۲۔ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۳۔ فیسم الریاض شرح الشفاء مکتبہ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت
۹۵/۱
۲۹۸/۱
۴۳/۱

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتہ دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذا بین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جنہور و علماء و خود امام اثنان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بجز اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مہربن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید و الحمد للہ العلی المجید "هذا" (اسے یاد رکھو۔ ت) و رأیتنی کتبت ہہنا علی ہامش فتح المغیث، کلاماً متعلق بالمقام اجبت ایرادہ اتصافاً للمرام، فذکرت اولاً ما عن الشامی عن الطحاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے،

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ

نوروی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی تحریر شدہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرتِ طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

اقول و ہذا کما تری مخالف لاطلاق

ما مر عن النوروی عن العلما، قاطبة، و لتحدید ما مر عن الطحاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن یتظہر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ہہنا ذکر التفرد و فیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون المحاصل انت شدید الضعف بغیر الکذب و التهمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فتح یبلغہ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب و التهمة فانه وان کثر طرقہ التي لا تفوقہ بان لا یخلو

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوی فیما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شدید مطلقاً ولو بغير كذب فی باب الفضائل موقوفاً علی كثرة الطرق، لكنه يخالفه فی خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق فی الضعف بالكذب ایضاً كما تقدم، وهو كما ترى مخالفت لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی كل فلم يرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جميعاً لنقل الامام النووی عنهم كافة، فانهم لم يشروطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف كثرة الطرق ولا غیرها سوى ان لا يكون موضوعاً، فصریح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلاً وان تفرد وله یكثر طرقة، فافهم، وتأمل: فان المقام مقام خفاء وذل، والله المستول لكشف الحجاب، وابانة الصواب الیسر المرجع والیه المآب اه، ما اردت نقله مما علقته علی الها مش.

آجائیگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تمہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا و یاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آرے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پر دوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (نتیجہ)

اگر اعتراض کے طور پر قریہ کے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد ترايد افاده

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق) کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد کے شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

امام فلیحمل اطلاقاً قاتلہم علیہ دفعاً
للتخالف بین النقلین قلت نعم
لو كانت ما ذكرها من الدليل عليها
لا يلزم سريان التخصيص اليه ، وكيف
نص : بها انما عددهم يفعلون يرون شدة
الضعف ثم يقبلون ، وبالجملة فالاطلاق هو
الادق بالدليل والاصح بقواعد الشرح الجليل
فتودان يكون عليه التحويل والعلم بالحق
عند الملك الجليل .

شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

قائدہ جلیہ (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور
ان کی کوپڑا کوٹنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع تن، حدیث حسن کے
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ
یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو،
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

فائدة جلیة (فائدة جلیة
فی احکام انواع الضعیف والجبارضعفها) هذا
الذي اشرت اليه من كلام السخاوي المار المتقدم
هو قوله مع متنه في بيان الحسن ، ان
يكن ضعف الحديث لكذب او شذوذ بان
خالف من هو احفظ او اكثر او قوى الضعف بغيرها
فلم يجبر ولو كثر طرقه لكن بكثرة طرقه يترقى
عن مرتبة المردود المتكرري مرتبة الضعيف
الذي يجوز العمل به في الفضائل وربما
تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطرقات
التي فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجئ
ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرقباً
بها الى مرتبة الحسن لغيره مخلصاً .

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، ملخصاً - (ت)

ورائتني عقلت عليه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقررو وتحرر ههنا مع
نزيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح
لشيء أصلاً ولا يلتزم جرحه أبداً ولو كثرت
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشر لا يزيد
الشيء الا شراً، وايضا الموضوع كالمعدوم و
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمع
منهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذا بين
وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتي من
طريق المتهمين، وسو ههنا سخاوي
بشديد الضعف الا في لذهاب في ان الموضوع
لا يثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به
كذاب او وضاع كما نص عليه في هذا الكتاب،
وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب،
اما الضعف بغير انكذب والتهمة من ضعف
مشديد مخرج له عن خيز الا اعتبار كفضح
غلط الراوى فهذا يعمل به في الفضائل على
ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو الا قد
بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ
الاسلام على احدى الروايات عنه ومن
تبعه كالسخاوي الا اذا كثرت طرقه الساوقة
عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری زائد ابجث
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرکی زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام
بھی ہیں، نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شديد الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا
وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب الى الصواب ہے، مگر کذب اور
تمہت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی
کی انتہائی غش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرف ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری اُٹل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغیره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين ماضدين فتح ترتقى الى الحسن لغیر فتصير حجة في الاحكام، اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعنى العراقي او بشرط تعدد الجارات الصالحات الباقية مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة في الصوالح على ما فهمد سخاوى من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام في النزاهة والنخبة الكفيتين

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوہر حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلف جو امتیاز نہیں کرتا، مستور استاد مثل اور اسی طرح مدرس جبکہ محدث من کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لہذا یہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہر حفظ اور مختلف جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں کسی ایک کو موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ حیث قال متى تولى المبنى الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط الذى لا يميز والمستور والاشاد المرسل كذا المدنى لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لانه بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم را ممن ذكر من السنى الحفظ والمختلط الخ با احتمال كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا جاءت من معتبرين رواية موافقة لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تعزیر کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں تحت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو لا وفق بما رأينا من ضيعهم في غير مقام والضعيف بالضعف ليسوا عني ما لم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجب فان انجب ولو بواحد صابر حسنا لغيره، واحتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور في ضبط الراوي غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

www.KitaboSunnat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقفت درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور واللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روا پر اکتفا کیے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں قابل اجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہتہ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیش پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم اه وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالامتناء الى درجة القبول وما السرا به ههنا الا القبول في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا لا اعتبار بالردو مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع ويظهر ان الوجه معهما عني العراقي و شيخ الاسلام لما بين في النزهة من الدليل لهما منقول مما علقته على فتح المغيش ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

الاحکام ، و هذا اذا كان معه مثله ولو واحد
 صابر صحيح الغيرة او دونه مما يليه فلا الا
 بكثرة انتهى ما كتبت بتلخيص -
 جو انہوں نے "الزہد" اور "النجاة" میں کیا ہے

دو نوں کتابوں میں ایک جابر (مکڑوری کو زائل کرنے والا
 امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ
 سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق
 جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط
 نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
 تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے مکڑوری کو زائل کرنے والے
 امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی مکڑوری کے
 اور کوئی مکڑوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ مکڑوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ
 "حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے
 تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی
 تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح و لپ رشتہ کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
 باللہ التوفیق ولہ الحمد، الحمد للہ القادر القوی علوہ ما علوہ وصلی اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف و
 آلہ وسلو، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفو کے
 مقدار تھا اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبذیر میں
 بارگاہ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجد اللہ تعالیٰ نے نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
 تک آٹھ افادات نافذ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی
 ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ
 خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور لمحاظ تاریخ التہاد الکاف فی حکم الضعاف (ضعیف
 حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی ما نرق من نعم تحقیق
 ما کنا لعشر معشر ہا نلیق والصلو والسلام علی الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ ہدایۃ

عہ منقوس علی باللام سے بھی حذف یا فیصح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التناد البکیر المتعال الی غیر ذلک
 امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (۴)

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا۔

التصانیف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين و
عرواتهم في فهمهم -
فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت
محل تسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد
اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر عمل و ناقابل استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ الباقیہ میں اس تقریر طبقات کے
موجد اُسی حجۃ بالغزہ میں اسی طبقہ رابع کی نسبت لکھتے ہیں،

اصح هذه الطبقة ما كان ضعيفا محتملا -
یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صحاح تروہ حدیثیں ہیں
جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی
مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ افراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند تحقیق یہ
بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کما استسمع بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تو
عنقریب سنئے گا۔ ت۔)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چون نیت علم حدیث بطبقہ دلی و خطیب و ابن عساکر
رسید این عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان
را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث
ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آزادیدہ و دانستہ گزاشتہ
بودند و غرض ایشان ازین بحث آن بود کہ بعد جمع حفاظ
محدثین دران احادیث تامل کنند و موضوعات را
جب علم حدیث دلی و خطیب و ابن عساکر کے طبقہ
تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی
احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا
انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ
تھیں جنہیں اسلاف نے عمدہ ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے
سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کر کے

عہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات و راقان ۱۲۸
دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے اسکے
تحت اس کا بیان ہے (ت)

لہستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد و الخطیب
سے حجۃ اللہ الباقیہ باب طبقہ کتب حدیث، الطبقة الرابعة
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸
المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۳۵

از حسان لغیر ہا متا ز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق
احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از
یکدیگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت
بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و
حسن و متاخران ہذا احادیث خطیب و طبقہ اول تصرف
نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرّد ساخت و سخاوی و
مقاصد حسنہ حسان لغیر ہا از ضعافات و مناکیر تمیز نمود
خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد
تصریح نموده اند جز اہم اللہ تعالیٰ عن اہل النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر اللہ مطلقاً۔
ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اہل مطلقاً۔ (ت)

دیکھو کہ کسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ را بدلیل نہ صرف ضعیف بلکہ حسن بھی موجود ہیں اگرچہ لغیر ہا کہ وہ بھی
بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق
و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد و طحاوی و سیوطی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں
گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں :

ورمزت للبخاری خ ولسلم وکلابن حبان
حب و للمحاکم فی المستدرک لک وللضیاء
فی المختارۃ ض و جمیع ما فی ہذہ
الکتب الخمسة صحیحہ سوى ما فی المستدرک
من المتعقب فأئبہ علیہ، ورمزت لابن داؤد د
فما سکت علیہ فهو صالح و ما بین ضعفہ
عہ فی الاصل الذی وقفت علیہ بین

لہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور

لقلته عنه ، وللمزني نقل كلامه
على الحديث وللنسائي ولا بن ماجة لا
ولا بن داود الطيالسي ولا احمد حم
ولعبد الرزاق ع و لابن ابى شيبة ش
ولا بن يعلى ع وللطبراني في الكبير طب و
الاوسط طس وفي الصغير طص ولا بن نعيم
في الحلية حل وللبهقي ق وله في شعب
الايمان هب وهذه فيها الصحيح والحسن
والضعيف فابينه غالباً مختصراً .

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے۔
ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا۔
ن سے نسائی ، و سے ابن ماجہ ، ط سے ابو داؤد طيالسی ،
حم سے احمد ، ع سے عبد الرزاق ، ش سے ابن ابی شیبہ ،
ع سے ابویعلیٰ ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر ، طس سے
معجم اوسط ، طص سے معجم صغیر ، حل سے حلیہ بن نعيم ،
ق سے سنن بہقی ، هب سے شعب الایمان للبيهقي
مراد ہوگا ، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن
اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں
نشان دہی بھی کروں گا مختصراً ۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی شق میں گنا اور سب پر یہی حکم
فرمایا کہ ان میں صحیح ، حسن ، ضعیف سب کچھ ہے ۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا مجب
احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اتر کر استناد موجود ، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا
نہ سمجھتے یا یہ سہما سہما حق تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرانا ان کے سر کیے دیتے ہیں ،
تمیلاً چند نقول حاضر ، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فما اور علیہ کے
درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں
نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس
سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا ،
۱۲ منہ (ت)

لفظی فما و علیہ کلمۃ لہ تبیین فی الکتابت
فکتبت مکانہا لفظۃ سکت اذہو المراد واذا
کانت لابد من التنبیہ نہت علیہ
۱۲ منہ (م)

ابو نعیم و دیلمی از ابو الدرداء روایت کرده اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ الکتاب کفایت مے کند از انچہ بیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند الحدیث۔

ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوشیخ و ابن مردودہ و دیلمی وغیر ہم سے مذکور ہیں یہی ہے ؛

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت در دگر کردہ کہ شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جانے و ردوم کنی او گفت کہ اساس القرآن چہیست شعبی گفت فاتحہ الکتاب۔

پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے ، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر ، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے ؛ فرمایا سورۃ الفاتحہ ۔ (ت)

عزیزی سورۃ بقرہ ذکر بعض خواص سورہ آیات میں ہے ؛

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

عہ و دریں بعض روایات اقتران دار قطنی یا طبرانی یا کعب و کعب مخالف را سود ندہد زیرا کہ انہیں چنانکہ احتمال ایں معنی نہ نمایند کہ اسناد یا ہنما مقرون بطبقہ ثالثہ است بچنان ایں امر بر منقہ ثبوت نشیند کہ ہر عادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجہ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را بیچ کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دار قطنی یا طبرانی یا کعب کے ساتھ اقتران سے مخالفت کو سود مند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجہ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے ، مخالفت کا جو بھی زعم ہو ، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اہ مختصراً۔ (ت)

کہ حدیثی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سه آیت بخواند اگر در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اہ مختصراً۔

اسی میں ہے :

روى ابن جرير عن مجاهد قال سئل سليمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن اولئك النصارى الحديث -

عزیزی آخر والتیل میں ہے ،

حافظ خلیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمود کہ حالاً شخصے آئے کہ حق تعالیٰ بعد از من کے را بہتر از او پیدا کردہ است

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

حافظ خلیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

اس آیت کے تحت ہے ان الذين آمنوا والذين هادوا والذين هم على ما بين يمينهم من امة واحدة (م)
شاہ صاحب نے عجائز نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چھتے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عنه زیر آیه ان الذين آمنوا والذين هادوا والذين هم على ما بين يمينهم من امة واحدة (م)
شاہ صاحب در عجائز نافعہ جاتیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمرده است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

۱۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص و فضائل سورۃ فاتحہ و سی و سہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴
۲۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذين آمنوا والذين هادوا والذين هم على ما بين يمينهم من امة واحدة ص ۲۷۱

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

و شفاعت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید کہ پہلے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند۔

تحفہ (اثنا عشریہ) میں ہے :

در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر خلیہ بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را برادر سرانے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از خوشنود شد اما روایات اہل سنت پس در مدارج النبوة و کتاب الوفا و بہیقی و شرح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بنحانہ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بر در با ستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا از دراضی شد و در ریاض النضرہ نیز ایں قصہ بہ تفصیل مذکور است و در فصل الخطاب بروایت بہیقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی است و ابن السمان در کتاب المواقفہ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم آنکہ

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو جائے، روایات اہل سنت مدارج النبوة، الوفا، بہیقی اور شرح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہرا کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہوئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض النضرہ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بہیقی، شعبی بھی یہ ہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے المواقفہ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

عہ در طعن سیزدہم از مطاعن ملائمہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرہویں ملعون میں ہے جو انھوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

ص ۳۰۶

مطبوعہ لال کنواں دہلی

آخر سورۃ ایل پارہ نم

ص ۲۷۸

مطبوعہ سہیل اکادمی لاہور

طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحفہ اثنا عشریہ

سایعاً طرف تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ را بعد میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صد ہا حدیثیں بر بشرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کہ تصنیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر معنی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی یستان المحدثین میں امام الشان ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر بشرط این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازین قبیل باشد، و بقدر ربع کتاب از آن جنس است کہ بظاہر اسناد اوصیح است لیکن بشرط این ہر دو نیست و بقدر ربع باقی و ابیات و مناکیر بلکہ بعض موضوعات نیز ہست چنانکہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام نہی جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

لفظ "بظاہر تودہ جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شئی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا و ابیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوعات بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

یستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ راج ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
تدریب الراوی عدد احادیث مسلم و تساہل الحاکم فی المسقط دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۰۶/۱

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چاہئے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود یا وقت نقد رکھتا ہو آپ پر کئے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھ لے اب انصافیہ حکم نہ صرف کتب طبقہ راہجہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھ کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابویحییٰ بن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق و غیرہ سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تفصیل کی، امام خاتم المحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انھوں نے ان سب کتب کو ایک سبک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل و بیکار و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔ بالجمہ حق یہ کہ مدار اسناد و نظرو انتقاد یا تحقیق نقد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل فقیر ذیل غفرلہ المولے الجلیل پر فائز ہوئی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اظنا بکلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پرانہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھان ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات

الحديث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ما لا ينقد قليل جدا قال وفيه من الضرر ان يظن ما ليس بموضوع موضوعا عكس الضروس يستدرك الحاكه فانه يظن ما ليس بصحيح صحيحا قال ويتعين الاعتناء بانتقاد الكتابين فان الكلام في تساهلها اعدام الانتفاع بهما الا لعالم بالثقن لانه ما من حديث الا ويمكن ان يكون قد وقع فيه تساهل ۱۲ منہ (م)

جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

علہ ذکرنا نصلهما في رسالتنا مدارج طبقات

الحديث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

و الباعود مرام سامنے تھا لہذا اسے برفیقہ تعالیٰ رسالہ مفروضہ اور بلحاظ تاریخ مدارج طبقات الحديث لقب دیا و اللہ العتہ فیما الہم ولہ الحمد علی ما علمتم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیتنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و سلم۔

افادہ بست و پنجم (کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں) اقول کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفائی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلا شبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحتاً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے بہ نظر واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح بگردی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگادیا ہے جسے ائمہ محققین و فہامہ متحققین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی و الفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہ تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقیبات و لائی مصنوعہ و القول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسد فی الذب عن مسند احمد وغیرہ سے نہایت تفصیل واضح و روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم شاکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند و جہن کا عہد الحمد للہ عربی رسالہ مختصر مجالہ باوصف و جازت فوائد فیسیہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ الباعہ کا کلام نقل کیا۔
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام مظلم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔
ثالثاً پھر بہت ابکات رائقہ مؤلفہ ذاللقہ ایراد کی جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقدہ کے کام کی نہ مقلدہ کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تمام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ ناقدہ و غیر ناقدہ متوسط و عام ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر میں اُسے کلمات علماء سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علماء میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تسامی اور کہیں درباب حکم وضع تشدید معاملہ جرح رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعویٰ کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے واللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

قصہ صرف ایراد موضوعات واقیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لالی امام سیوطی یا نظریہ تنقید کے لیے اُن احادیث کا جن کو دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا قول اللہ لالی امام عمدہ و خطبہ مضموعہ میں فرماتے ہیں،

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نیہ علی ذلک الا ثمة الحفاظ و بال ما اختلج فی ضعیفی انتقاؤہ و انتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعقباً بنہت علیہ اھ ملخصاً۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پر کچھ تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں،

واذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشروع الآن فی الزیادات علیہ فمنہا ما یقطع بوضعه و منها ما نص حافظ علی وضعه ولی فیہ نظر فاذکرہ لی نظر فیہ۔

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کیا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تھا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً لا یصح (یہ صحیح نہیں - ت) یا "لہ ثبوت" (یہ ثابت نہیں - ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "سفعہ" کی قبیہ زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کمالاً بخفی شوکا تی کی کتاب موضوعات مستحی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے،

وقد اذکر ما لا یصح اطلاق اسوالموضیع علیہ
بل غایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یکون
ضعیفاً ضعیفاً خفیفاً وقد یکون
اعلیٰ من ذلک والحاصل علی ذکر ما کان ہکذا
التنبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین
موضوعاً کابن الجوزی فانہ تساہل فی
موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ما ہو صبیحہ فضلا
عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبہ
السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشترت الی تعقیباتہ الخ

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع
کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض
کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی
نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر
تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع
قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات
میں تساہل سے کام لیا ہے حتیٰ کہ صحیح
روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف
امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے
تعقیبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (د)

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیانہ زعم کہ حدیث تعبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں
کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاشہ ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم
موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی طرحے ملتی بات سے تو ہم کو نوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات
کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول فے
الفضائل میں مغل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان
ہم موجود ہیں کما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات و بابیہ کے کچھ متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب
کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص و رنکاتی تھی یہیں خطبہ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں
کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء و کذاہین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم
جعلوا مصنفاتہم منحصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے
خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفحانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف
عہ افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا
از صفات و منا کیر نمیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ (د)

لحہ الفوائد المجموعہ خطبۃ الکتاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴
۲۸۲ منہ ۱۲ مکتبہ سلفیہ لاہور

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہو یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، پچھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتملة علی الاصلۃ (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں - ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ (منافی کی تین علامات ہیں، بخاری و مسلم - ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابد ا بنفسک مسلم فی الزکوۃ من صحیحہ (اپنے آپ سے ابتداء کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے - ت)

طرف تریہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابو حنیفہ و شافعی سے دعویٰ مساوات و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - نتیجۃ الافادات الحمد للہ کلام اپنے ذرۃ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حدائق کو، ان چودہ افادوں نے ماہ شب چہارہ کی طرح روشن کر دیا کہ تفصیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعیف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علماء احمدین و فقہا مقبول و کافی اور ثبوت استجاب عمل کے لیے مفید و وافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال و اہمال کے لیے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائم توفیق کے ہاتھ میں دیکھئے اور بعنایت الہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتنبی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیلی کلام اور آخر میں ازالہ وازباق بقیہ اوہام منکرین لیا م کیجئے وباللہ التوفیق -

اقادۃ بسٹ و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آپکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز فضلے حاجت کئے

لہ المقاصد الحسنۃ	مقدمۃ الکتاب	مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت	ص ۴
۲۵	حرف المزمۃ	" " " "	ص ۶
۳۵	" " "	" " " "	ص

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے :

ولا تعلموها السفها ، فانه يدعون بها
فیستجابون ۔
یوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے سے
جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی ۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متهم بالکذب تک کہا ۔ امام احمد و
امام نسائی و امام ابوالعلی نیشاپوری نے فرمایا ، متروک الحدیث ہے ۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا : سخت
ضعیف ہے ۔ صالح جزره نے کہا : کذاب ہے ۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ، محض لاشیء کذاب خبیث ہے ۔
(بالکل کوئی شے نہیں کذاب و خبیث ہے ۔ ت) کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے ۔ ت) لاجرم
حافظ اشان نے تقریب میں فرمایا ، متروک و کان حافظاً (یہ متروک ہے اور حافظ تھا ۔ ت) ذہبی نے
میزان میں کہا :

كان من اوعية العلم على ضعفه ، وكثرة
مناكيره وما اظنه ممن يتعمد الباطل ۔
اس ضعف و کثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ
تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا ، لا سبب فی ضعفه (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں ۔ ت)
امام اجل ثقتہ حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون
کے متروک و متهم ہونے سے اسے معلول کیا ،
حيث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخي و
جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد ہے

عنه في الترغيب في صلاة الحاجة ۱۲ من (د) ، (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے ۔ ت)

۴۲۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر	۱
۴۲۳/۲	نصب الراية الحديث الثاني والاربعون من كتاب الكراهية مطبوعہ المكتبة الاسلاميه لصاحبها الحاج رياض الشيخ	۲
۲۲۸/۳	میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳	۳
۱۹۲	تقریب التہذیب حرف العين مطبع فاروقی دہلی	ص
۲۲۹/۳	میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفہ بیروت	۳
۳۱۲/۱	تذکرۃ الحفاظ الطبقة السابعة مطبوعہ دائرة المعارف النظامية حیدرآباد دکن	۱

وهو متروك متهم اثني عليه ابن مهدي
وحده فيما علمته اه قلت بل اختلف الرواية
عن ابن مهدي ايضا فقال في الميزان قال

اور وہ متروک و متهم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی
نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اہ قلت (میں کہتا ہوں)
کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے

عہ اقول هذا عجيب من مثل الحافظ مع
قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور
وثقة قتيبة وغيره اه في تذكرة الحفاظ عن الالباس
عن ابى غسان عن بهز بن اسد انه قال ارى يحيى
بن سعيد حسده قال وساق الخطيب باسناده
عن ابى عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال
عمر عندنا احسن اخذ الحديث من ابن المبارك
وقال المروزي سئل ابو عبد الله عن عمر بن
هارون فقال ما اقدرا ان اعلق عليه بشئ
كبت عنه كثيرا فقل له قد كانت له قصة
مع ابن مهدي فقال بلغني انه كان يحمل
عليه وقال احمد بن سيار كان كثير السماع
كان قتيبة يطريه ويوثقه ثم ذكر تكذيبه
وتركه وجرحه عن ابن معين واخرين ثم
قال قلت لاسريب في ضعفه وكان لهما حافظا في
حروف القراءات مات سنة اربعين وتسعين
ثلث مائة اه ۱۲ منہ (مر)

اقول حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود
انہوں نے خاتمہ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف
کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اہ اور تذکرۃ الحفاظ میں
از ابار از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں
میں نے یحییٰ بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا
اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے
نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی المبارک سے احسن ہے
اور مروزی نے کہا ابو عبد اللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق
پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شئی کہنے کی
طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات
لکھی ہیں ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ
فلان معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے
کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سبار نے کہا
کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اسکی تعریف و توثیق
کرتا تھا الخ، پھر اسکی تکذیب، ترک اور جرح
ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں
اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءات حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں

ہوا ۱۲ منہ (ت)

بایقین موضوع کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ومشی علی هذا فی المحتوی القدسی فانه ذکر
هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجود من الصلوة
المستحبة۔
حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلئے
اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر
فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف
افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جو ان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے
معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے
نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علما و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لا جرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا
روی تجربة ذلك عن كثيرين (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بغرض غلط
سند کسی قابل نہ سمجھتا ہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادہ یست و یفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما
میں بلا سند نہ گورہونا ہی بس ہے) اقول بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود
علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند نہ گورہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہ

عنه هو أخر حديث من باب الصلاة في الموضوعات
قال المخبر موضوع، عمر بن هارون كذاب
قال خاتم الحفاظ عمرو بن وهب له الترمذي
وابن ماجه وقال في البيهقان كان من اوعية
العلم الى آخر ما نقلنا قال ووجدت
للحديث طريقا آخر فذكر ما اسند ابن عساكو
عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه نحوه و
سكت عليه خاتم الحفاظ والله تعالى اعلم
۱۲مہ (م)
باز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج
کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب
ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ
نے روایت کی ہے، میزان میں "کان من اوعية العلم
الى آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر
تک جو عبد اللہ بن عمرؓ نے نقل کیا) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک روایت بھی
میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے
اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲مہ)

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو نہ اگر کے بابی انت و امی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ و شمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی نجفی اندلسی زشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الانوار اور ابو عبد اللہ محمد محمد ابن الحاج عبد ری کی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے، ۳۷۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب بدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اسے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں گندہ حواسوں فرق مراتب نا شناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انھیں زشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق عبدالحی محمد ث دہلوی وغیرہ میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسام بهذا البلد و انت حل بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزت جل و علا نے شہر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سیدہ المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم نفی سکوتھم یعمھون (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے شہر میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسام بهذا البلد مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عز و جل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لا اقسام بهذا البلد ۵ نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے :

عَلَمَ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ مِنَ الْمَقْصِدِ الْعَاشِرِ ۱۲ مَنَ (م) دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

عَلَمَ الْفَصْلِ الرَّابِعِ مِنَ الْبَابِ الْاَوَّلِ ۱۲ مَنَ (م) باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶/۱
 ۲/۹۰ ۴۲/۱۵ ۴۲/۹۰ ۱/۹۰

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و بحياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله يا بني انت وامى يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد مبارك قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے : لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت) مواہب میں ہے :

على كل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يا بني انت وامى يا رسول الله لقد بلغت من فضيلتك عند الله ان اقسم بحياتك دون ما سواك لانياء ولقد بلغت من فضيلتك عند الله ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد۔

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا : یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرا نبی، ان کی اور آپ کی عظمت مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

عہ المقصد السادس النوع الخامس لفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

لے نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمه تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۹/۱
لے المواہب اللدنیہ شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبوعہ عامرہ مصر ۲۰۰/۶

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن بیلہ کی عبارت است کہ از زینے کہ
پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) سوگند بنجاک پائے خوردن ست، و ایں
لفظ در ظاہر نظر سخت مے در آید، نسبت بجناب
عزت چوں گویند کہ سوگند میخور و بنجاک پائے حضرت رستا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف
پاک ست کہ عبارے بران نہ، و تحقیق ایں سخن آنست
کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بجزیے
غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت
و تمیز آں چیز ست نزد مردم و نسبت بایشان بدانند
کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است
نسبت بوائے تعالیٰ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے
خاک پاکی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور
جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ
الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے
خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت
کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں
وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے
علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں
ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہو بلکہ حکمت
یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب
ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم
ہو اور لوگ ششوس کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیزوں کے
نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تفسیر کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے
یہ کچھ زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے
سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات
مذکورہ تاریخ یا فنی و روضۃ الاجاب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود،
مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تبلیہ پس بطریق شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہودہ

عہدہ قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

لے مدارج النبوة وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱

نوٹ: مدارج النبوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ
اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور علحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ تذاہر احمد سید
رہ قرۃ العینین فی تفصیل شیخین اتصاف شیخین بصفات کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

بہتر از مال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے
تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب
کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد دخل
تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ فی
اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعباء
جہاد بر جہے نمود کہ خوب تر از اں صورت نگیرد و قال
الیافی فی السنة الرابعة عشر ففتح دمشق
در روضۃ الاجاب مذکورست کہ در زمان خلافت وے
ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد
چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید
و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھ بالالتقاط۔

روضۃ الاجاب میں ہے کہ فاروق اعظم کے (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے چار ہزار
(۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے
اھ بالالتقاط۔ (د ت)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا
گفتا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی باقی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک
پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم الحفاظ
جلال الملہ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (د)

۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص
۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص
۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص

ارشاد کیا:

لم اجده فی شی من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس
الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکرہ فی ضمن
حدیث طویل وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس
بما یتعلق بالاحکام۔
میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر
صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل
میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو
اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو
متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل و علا تنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی
آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس نے فعل کی مانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا
سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے
نہ حدیث عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو
دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصل پر رہے گا اور بہ نیت حسن و مستحسن
ہو جائے گا۔

کہا ہو شان المباحات جمیعاً کما فی علیہ فی
عہ قال فی الاشباہ من القاعدة الاولى اما
المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ما قصد
لاجلہ الاوعنها نقل فی اوائل نکاح رد المحتار
وفیه ایضا من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ
العقیقۃ وان قلنا انها مباحۃ لکن یقصد
الشکر تصیر قریبۃ فان النیۃ تصیر العادات
عبادات والمباحات طاعات اھ وکلام الانموذج
مر فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ
اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے
اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ
جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب
النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب
الاضحیۃ میں بھی عقیقۃ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم
کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت
بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات
کو عبادت و قربان داری میں بدل دیتی ہے اھ اور
انموذج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

لے نسیم الریاض شرح الشفار باب اول الفصل السابع فیما اشیر الہ تعالیٰ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۸/۱
سہ الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۳۴/۱
رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء العربی بیروت ۲۰۸/۵

الاشباه ورد المحتار وانموذج العلوم وغيرها و رد المحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتد
من معتقدات الاسفار۔ کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے یا نہی و نعمت
کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحاوی مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول رملی و اما الموضوع فلا يجوز العمل به
بحال فرماتے ہیں :

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشريعة و اما لو كان
داخلا في أصل عام فلا مانع منه لا لجعله
حديثا بل لدخوله تحت الاصل العام۔
یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے
کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع
کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے
داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے مانع نہیں ہو سکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے
کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے ۔

اقول فقد اخذ رحمه الله تعالى
بتعليه ان المراد جواز العمل بما في موضوع
لا لكونه في موضوع و سئلني عليك
تحقيق المقام بتوفيق الملك العلامة فانظر۔
اقول سید احمد طحاوی نے اس تعلیل کے ذیلے
یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے (کہ موضوع حدیث
کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل
ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے) عنقریب ہم اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں !

یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ نداشتہات جواز دے رہے ہیں جس کے کلمات علماء کرام
حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمزمہ کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات و باطل اُن کے نزدیک موجب منع فعل
نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ
پراقتصار ۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :

حدیث ليس الخرقه الصوفية وكون الحسن
البصري لبسها من على قال ابن دحية و
خرقة پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری
قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

ابن الصلاح حائض باطل و کذا قال شیخنا، انه
لیس فی شئ من طرقها ما یثبت ولعمری فی خبر
صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان التبی صلی
الله تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورة
المتعارفة بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ
ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلك وکل ما
یروی فی ذلك صریحا باطلا، ثم انت اثمة
الحديث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا
عن ان یلبسه الخرقۃ ولم یتفرّد شیخنا بهذا
بل سبقه الیه جماعة حتی من لبسها والبسها
کالد میاطی والذهبی والکازی وابی حیان
والعلانی ومغلطانی والعراقی وابن الملقن
والابن سنی والبرهان الحلبي وابن تاجر الدین
هذا مع الباسی یاها لجماعة من اعیان
المصوفة امتثالاً لزامهم لی بذلك حتی
تجاه الکعبة المشرفة تبرکاً بذكر الصالحین
واقفاء لمن اثبتته من الحفاظ المعتمدين اهـ
بتلخیص -

وہمہ الکرم سے خرقہ پہنا امام ابن وجیہ امام ابن الصلاح
نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام
ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت
نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ
صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ
اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع
ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے
حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو
بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے
نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین
ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود
پہنا پہنایا جیسے امام میاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام
سیّدنا ہنگاری امام ابو حیان امام علاء الدین علانی
امام مغلطانی امام عراقی امام ابن ملقن امام ابن سنی
امام برہان علی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ بآئینہ میں
نے خود ایک جماعت عمدہ متصفین کو خرقہ پہنایا کہ
مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص

کعبہ معتبر کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لیتے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے۔ (د ت)
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرۃ ائمہ دین و عملہ شرع مبین بآئینہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے
پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تتبعہ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے
بسنید صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقة تألیف فرمایا اُس میں

مرتب ہیں۔

اثبتہ جماعة وهو الراجع عندی لوجوه وقد
رجحه ايضا الحافظ ضياء الدين المقدسي في
المختارة وبعده الحافظ ابن حجر في
اثراف المختارة۔ ^۱مختار صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشافعی ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (ت)
پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جويرية بن اشرس قال اخبرنا عقبه
بن ابی الصمہبہ الباہلی قال سمعت الحسن
يقول سمعت عليا يقول قال رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم مثل امتي
مثل المطر الحديث ^۲

ہمارے شیخ الشافعی محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل
ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی
ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں و لہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

من شتم الورد ولم يصل على فقد جفا في هو باطل
وكذب وكذا من شتم الورد الاحمر ^۳ فقد كبت
في شان الصلوة على النبي صلى الله تعالى

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا
اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی
وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی (۱) میں نے

عن الفتی یمکتبہ علی مایزید من عند نفسه
فلعلها من الزیادة ۱۲ منہ (م)
علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز"
لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف
اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ الحادی للفتاوی رسالہ اتحاف الفرقہ
دار الفکر بیروت ۱۰۲/۲
۱۰۳/۲

عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ
على المتقى قدس سره هل له اصل فكتب
الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره
او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ومع
في ذلك فلا كراهة عندنا اهـ ملخصاً -

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی
کو لکھا کہ خوشبو سونگتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟
انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ
یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل
نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی
نہیں اھ ملخصاً -

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں،
اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شمه الى
ما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من
محبته للطيب واكثر منه فتذكر ذلك الخلق
العظيم فضلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم
حينئذ لما وقر في قلبه من جلالته واستحقاقه
على كل امته ان يلحظوه بعين نهاية الاجلال
عند رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا
لا كراهة في حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات
بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل
وقد استجبه العلماء لمن رأى شيئا من آثاره
صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من
استحضر ما ذكرته عند شمه الطيب يكون
كالرأى لشئ من آثاره الشريفة في المعنى
فليس له الاكثار من الصلاة والسلام عليه
صلى الله تعالى عليه وسلم اھ مختصراً -

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں،
ہاں خوشبو لیتے یا سونگتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت
استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی
عظمت اور تمام احبت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل
میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے
والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے
حق میں حرمت چھوڑ کر اہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا
جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت
آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے
اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگتے وقت یہ تصور
کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو
اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً -

دیکھو با آنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بنیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادیمہ واذکار صبح و شام ہے :

يشبهها ما يتداوله السادة الصوفية من قول لا اله الا الله سبعين الف مرة يذكرون الله تعالى يعتق بها رقبة من قالها واشتري بها نفسه من النار ويحافظون عليها لا نفسهم ولمن مات من اهلهم و اخوانهم وقد ذكرها الامام الياضي والعارف الكبير المصطفى المدين ابن العربي و اوصى بالمحافظة عليها و ذكره الله قد ورد فيها خبر نبوي لكن قال بعض المشايخ له توبه السنة فيما اعلم وقد وقفت على صورة سؤال للمحافظ ابن حجر مضي الله تعالى عنه عن هذا الحديث وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع اه هكذا قال النجم الغيطي وعقبه بقوله لكن ينبغي للشخص ان يفعل ذلك اقتداء بالسادة و امتثالاً لقول من اوصى بها و تبركا بافعالهم اه ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشاہدہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچائی اور اُس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و احباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یاقنی اور عارف کبیر سید محمد الدین ابن عربی قدس سرہا نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دست لیں گوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے، علامہ نجم الدین غیسی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی

اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہوا ہو مخلصا۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیسی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ ذکر یا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث میں دیکھا انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا اقتضال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلہ طیبہ
لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و
بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ اوام کلثوم بخوانند و ثواب
ہفتاد ہزار بار بار بروحانیت یکے بخشنند و ہفتاد ہزار
دیگر بار بروحانیت دیگرے ازدوستان دعا و فاتحہ
مستول است۔
دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار اکملہ طیبہ
لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے
واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے
پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے
کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا
و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاة شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضراتِ اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا،

احادیث الذکو علی اعضاء الوضوء کلہا باطلہ عن علی بن حنیفہ میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سبب موضوع ہیں۔

عہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطرہ کی روایت کہ مرقاة سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نافرتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچتر ہزار کلمہ پڑھا تھا تو اس سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی جی ہی میں اس کو بخش دیا بخشنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگی اہ تبخیر ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۔ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا برکی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱

۲۔ الاسرار المرفوعہ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکو علی اعضاء الوضوء دار المکتب العربیہ بیروت ص ۴۴۵

۳۔ تحذیر الناس خلاصہ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

بایںہم فرمایا:

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم ان تكون مكروهة او بدعة مضمومة بل انها مستحبة استحباب العلماء الاعلام و المشايخ الكرام لمناسبة كل عضو بدعاء يليق في المقام

پھر یہ جان رکھ کہ ادعیۂ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعتِ شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مافی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفاء لازم آئے گا لایحقی۔

تبلیغیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقيق اس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن جہان نے تلمیذین میں اس حدیث کے لئے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی انصافاً غایت کی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع الخلیفۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج
تجدد ما یرشدک الی الحق بسراج و ہاج ف
لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیۃ کا مطالعہ کرو
اس میں تو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ
حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرف تریہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت
آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح مٹروک پر ہونے کے علاوہ
خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بایںہم اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چا جائے ہیں ان کے
اسما کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سند مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصار اشارہ
میں اُسے ذکر کر کے فرماتے ہیں :

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے منہم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں اللہ

اقول یہ حدیث میں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا

ہذا بما تفرد به عبد الله بن ميمون القداح وصرح غير واحد بانه متهم بالكذب والوضع قال السخاوي لا يباح ذكره الا مع ذكر وضعه لكن المحدثين مع كثرة كلامهم فيه ومبالغتهم فيه ورصيه بالوضع لا يزالون يذكرونه ويتبركون بالتسلسل

عبد الحی محمد شطوطی،

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء و کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (د)

بسنده الى الامام ابى الخير شمس الدين بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسن الصقلی بطريقه الى القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائه الكرام عن امير المؤمنين على كرم الله تعالى وجوههم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہم سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

بسنده الى ابى الحسن الى القداح الى امير المؤمنين عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے مگر وہ کسی حد وضع تک نہیں تین طریق دوم میں مبالغت عظیمہ میں اس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا انس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (د)

من اضاف مؤمنًا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنين فکانما اضاف آدم و حواء ومن اضاف ثلاثة فکانما اضاف جبرائیل و میکائیل واسرافیل

لہ ثبت حصار اشارہ

لہ کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی خواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاسناد (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرود متروک مستلزم وضع نہیں،

كما بيناه في الافادة التاسعة اما ما اعلمه الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكى المصرى المدرس بالجامع الانهرى بعد ايواده في ثبته بالمستن الشافى المذكور فيس الاضافة الى تمام العشرة بذكر الماشكة في الضيافة وهم لا ياكلون ولا يشربون قال فان صح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير اه كما انبأنا به في جملة مروياته شيخنا العلامة نرين الحرم السيد احمد بن نرين بن دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدميطة عن مؤلفه الشيخ الامير المالكى فاقول ليس باجيب ما انبأنا السيد حسين بن صالح جعل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد السند المدنى بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل يقول يوم القيمة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنى الحديث وفيه يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمنى قال يا رب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبوت میں ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافت میں ذکر ملائم کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض و تقدیر ہے اور جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن نرین بن دحلان المکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مولف شیخ امیر مالکی سے دی ہے فاقول یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جعل الليل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز وجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحمد للہ اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلات فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن آدم استسقیك فلم تستقنی الحديث المعروف

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثُمَّ اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یشہر مما قد مناه فی الافادة المحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتریان بیباک کے باعث ہو جائے لاکھوں فعال مباح جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس کی ترہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بنا دیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنا دیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلہم وافہم انکنت تفہم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقتہً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امثال واعتقاد ثبوت میں تو بغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے و بابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے

ما علی مثلہم یعد الخطاء

افادہ بسبب و نہم (اعمالِ مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجادِ مشایخ کو ہمیشہ گنجائش) بالغرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغہ اعمال میں تصرف و استخراجِ مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں ملے گی کتبِ ائمہ و علماء و مشایخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا

باقول سے مالامال ہیں انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں،

اجتہاد را در اختراع اعمال تصرفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج المہا نسخاے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح شستن و چشم را با آں نور دوختن و یا نور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشانند اھ ملخصاً۔

اعمال تصرفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور و اجالے کی طرف لگانا اور یا نور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکہ کو قوت دیتا ہے اور وہ اس سے نجات دلانا ہے۔ اھ ملخصاً (ت)

اس میں ہے،

چند نوع کرامت از بیچ ولی الہا اشار اللہ منفاک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراق بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقبہ و اعمال تصرفیہ او تا عالم بغیض نفس او منتفع شود اھ ملقطاً

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الہا اشار اللہ جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ، کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دعا و تقویٰ، دم اور اعمال تصرفیہ میں برکت جہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملقطاً (ت)

عزیز و اعدا را انصاف، ذرا شاہ ولی کے قول الجمیل "کو دیکھو اور ان کے والد و مشایخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، در دوسرے کے لیے تختہ پر ریتا بچھا تا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چھپک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحاب کھف سے استعانت کرنا انھیں آگ، ٹوٹ چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیر کے لیے

عہد ہامعہ عاشورہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

عہد ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب

لما من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

لے و ملہ ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے بہن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا بار کرنا، استعاطِ حمل کو کسم کا رنگا گندا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر لوگ رہیں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی باتیں ران میں باندھنا، فرزندِ نر کے لیے بہن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکانہ بونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کندل کے اندر چھری رکھنا، عائن و سحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈور لینا، اس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قنطاریع النجاء خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل لگانا، یہ لیس پڑھ کر لوٹا گھانا، بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صد ہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، اسے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثر علماء و صلحا کا دستور کتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور ربیبہ المہجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بجلیہ بدعتِ شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت رائے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں سمیع الدہلوی تک نے امرِ عظیم دینِ تقرب رب الغلین یعنی راہِ سلوک میں صد ہائی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلفِ صالح میں نہیں خاص ایجادِ بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جاننا یا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعتِ ضلالہ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ منِ احادیث فی امرنا مالیس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایسا کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو مرد (پس وہ مرد وہ ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ طر

من کم آنچه من خواستم تو ممکن آنچه خواست
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدر سے تفصیل اور ان صاحبوں کی تعریحات جلیل فقیر کے رسالہ اشہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار^{۱۳} میں مذکور اور عدم ورود کو رد و عدم جاننے کا قلع کافی وقع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مہابی الفساد و کتاب لا جواب اذا اذاع الاثام لمناہی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ و تالیفات نفیضہ اعلیٰ حضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی و والدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجزل قرینہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیامہ لنبی تہامہ و غیرہ رسائل و مسائل فقیر میں مسطور و الحمد للہ العزیز الغفور والصلوٰۃ والسلام علی المنیر النور و علیٰ آلہ و صحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ نسیم (ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں طرفیہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے) **اقول** ہیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استیجاب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عز و جل باحسن وجہ نقش مراد کرسی نشین اور طریش تحقیق مستقر و مکین ہوا واللہ الحمد علی ما اولیٰ من نعم لا تحصى (اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر عمد و نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں و بائی کہاں یہ انکی مذہب بھڑکی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب و اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

سے گزرا نہ زود و زود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا)

نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول شفاعت فیما دون الاحکام کے اگرچہ کمال سلیم القلبی و بصیر العینی و عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں حدیث کے مٹانے ایک ایک ادھر ہزار ہزار مکابر نے اپنی جانیں و ایں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خدا مان شرعیات چاکران ملت صالحہ تسمعو انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہاری

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل ہے حاصل کرنا شاد علیہ
 علما کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس
 عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نیکے جب کوئی خاص
 ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول
 ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے،
 حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع و خلاف اجماع ہے علما نے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب
 مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ و ضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں
 بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگر میں ایک ہی چا دل دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

علمہ اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بحلا لیلۃ الجمعہ
 شب برأت عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب
 مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور جسم تناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں
 اسلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور
 اگر کوئی بیاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کر لے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب و صلاۃ الاوائین
 میں فضل عمل ہے اہ ملقط ۱۲ منہ (م)

علمہ انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوائین
 گردن کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ ستر تپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجا و نا صواب ہے مستحب کا ثبوت
 صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدر مختار رواہ ابن جبان وغیرہ در مختار میں کہا اس کو ابن جبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روا
 من طرق فی رد المحتار فارقی الی مرتبۃ الحسن کیا ہے، رد المحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبہ حسن تک
 اقول لکن هذا اذا کان ضعفه لسوء ضبط ترقی کرتی ہے طحاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے
 الراوی الصدوق الامین اول رسالہ او تدلیس جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوء ضبط
 او جہالۃ الحال اہا لو کان لفسق الراوی یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف
 کذبہ فلا انتہی۔ مطلقاً فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گا انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیرہوں خواہ مواعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صابرہ والہیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہوا اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف و رکناہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالت نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ رُویں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احدث کیا ہے ان خرافات بے سرو پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگا دیے نیز یہ قرآن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر بہ نظر نقد و طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہتے فہما ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استنباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہو گا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانئے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کيف و قدیل و حدیث صحیح ارتقاء شہادت و احادیث مذکورہ افادہ ۱۸ وغیرہ سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوة و التیمۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحتاً دلالت کسی

علم شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے ۹۷
عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا احاد بالاتفاق ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) لمحہ برہمین قاطعہ مطبع نے بلا ساڈھور ۱۹

طرح دال ہوا اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

”مولف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علی اور کج فہمی ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے وجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو وجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحت ارشاد ہو یا اشارۃ و دلالت پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیتہً ہو گیا وہ بکلیت جزییات شرعی میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزیئہ ہو جو خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارجی میں ہو یا نہ ہو خواہ وہ سنت ہے اور وہ وجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں وجود خارجی ہو یا نہ ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاء نے اُس کی ہوا بگئی کہ مولف اس عبارت کو اپنے اساتذہ جہانیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور رکھتا ہوں کہ موافقتین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو اور ملخصاً :

اقول ما شاء اللہ کیا چکنا جو ہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی و بابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دور کن ہیں شرک و بدعت، رکن پسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جے چستی بیٹی جس کا لقب بھرا اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص باقی تمام کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃ و دلالت جزیئہ کلیتہً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ہے

طائفہ بھکر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں اللہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں
 طرفہ یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ، نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی
 لفظ کا سوار پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم
 لے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلا سا واقع دھور ص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی و کار نہیں اور وہ شرعی ہے ارشاد شارح محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی
شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں وجود شرعی
موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن دونوں سے کیا کام رہا،
محض ارشاد اقدس میں کلام رب یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ
سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مذہب ارباب حق ہے، صاف نہ کہ وہ
شرم نبائے کو اگلی رٹ کا ناجی سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلوں
نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھے اپنی جہیں سے

طرقہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب
تیسری شق کی کون سی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ
تین حکم شرع تو کافی ہو گئے، اساتذہ جہانہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونوں الجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و غرور
کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں، اہل حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بچے
تلامذہ نہ بے تلقین نئے اساتذہ سے

مگر ہمیں مکتب و ہمیں ملا

کار فضلان تمام خواہ شد

غیر یہ تو دیکھیں جدیدہ کا نام عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ، پُرانوں کی سنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ
زنا و ربا و قذف محسنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذ باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز
کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حائفہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فحشاء شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اہل
ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ آپ خدا جانے انہوں نے سنت
کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویطے کے لیتا وہیں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اہل الحق القتال والحمد لله العظیم اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
الستعال والصلاة والسلام علی ذی الافضال تقریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

عدہ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت
میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحب و آل آمین۔ اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جو صاحب فضل و اکرام

ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین۔

حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالجلد ہی اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث و بتصریح کتب فقہیہ مستحب مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء و عمل قدام و ترغیب وار و پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی امید و احسن ظن و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اسے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مبطل و خاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بد مذہب کار و اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینہ المولیٰ المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولی الانعام و افضل الصلاة و
اکمل السلام علی سید الختام قمر التمام والہ
وصحبہ الغر الکرام آمین۔ تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور افضل
صلاة اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم و سربراہ پر جو
چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل و اصحاب

پر جو شہادت ہی روشن اور محکم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منشورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلا دنزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزیمک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام ہدایوں و بریل و رامپور و قین عن الشوری و بقین بالسرور (جو شر سے دور سرور سے معذور رہتے ہیں۔ ت ۷ سے مہر میں کرامیں تصدیقین نکھائیں اصل رسالہ منیر العین اسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جو ناگہمی نزول معنی حفظہ اللہ عن شکل بشر و رقی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) و اہتمام تمام نام مولانا المکرم مولوی محمد عزالدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کامعہ عمر الدین

علیہ یہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیاء حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

۲۷ کلمہ روح الشیخ و آخرین کلمہ فی المیاء ۱۲ منہ (م)

۱۷ فتح القدیر باب ما عذری بجزہم الوضوء مکتبہ نوریہ ضویہ سکر ۴۲/۱

وعمرہ عمران الدین المتین (اللہ تعالیٰ انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) وعلومہت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بہما العولی اللطیف (لطف فرمانے والا مولیٰ ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ریح الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا اتفاق و افادہ دلنواز ہوا اور اُدھر کاپی کی تیاری اُدھر تصنیف جاری، جو جو لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جہز کا رسالہ دس جہز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عمریہ مدارج طبقات الحدیث جُدا کر لیا اُدھر یہ تعجیل اُدھر دو و فناءوی سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تجدید رہ گئی، بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں بجلی کی سنوڑ کہ سیارۃ طبع بدریغہ حرکت بمعنی القطع مبدار کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواہ سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاء بہم یہ فوائد منثورہ بلونہ تعالیٰ سکب تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

قائدہ ۱: تفسیرہ جلیلیہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعات بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالا جماع مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعات فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانون سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعات صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ ضراجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثواب سے معارضت نہ ہو۔ اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو قائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا، یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثبات و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں تحمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو فضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مقصد تحلیل حرام و تفضیع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مستقام و ضعیف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضاد شریعت و معاند سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیل کو روافض سے شمار کیا کما بینا فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین** میں بیان کیا ہے۔ ت)، بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بغرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ابتدئنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذكور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت)، اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قمیص یجترہ قالوا فما اولت ذلك يا رسول الله (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التخصیص به (ای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فهو معارض بالاحادیث الكثيرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارض بها الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیته وهو قطعی فلا يعارضه ظنی۔

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہل سنت و جماعہ افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعیف سن سکیں بلکہ مواقت و شرح مواقت میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامعلوم،

جیٹ قال لیست هذه المسألة یتعلق بها ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

عمل فیکتفی فیہا بالظن الذی ہو کا حق فی
 الاحکام العلییۃ بل ہی مسأله علمیۃ یطلب
 فیہا الیقین لہ
 میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے
 بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل
 قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

قائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی محوش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳
 پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروح و مطعونوں شدید الغشوں کی روایات بھری
 ہیں وہیں کبھی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ
 میں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا
 ہر قسم ضعیف و ستیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصاف یا یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے
 لاتی ہے کہ موضوعات تو اصل کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب
 باطل بھرے ہیں کما لا یخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے بد مذہبی نہیں تو جنوں ہے، سیر
 جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی خیف و نفاس کے مسئلہ میں
 بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان وابیات و معضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ علیہ
 و علیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اکثر افسوسناک کی شان رفیع میں رہنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب
 نہ کرے گا مگر گمراہ بدین مخالف و مضاد حق میں آج کل کے بد مذہب مرفض القلب منافق شعاران جزافات سیر
 خرافات تواریخ و امثالہما سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمر و بن العاص و
 مغیرہ بن شعبہ و غیر جمہ ابلیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں محوش و
 مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر دوسرے سے کذب و وادھن اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور
 ان سے قرآن عظیم و ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع امت و اساسین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں
 بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ
 مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ ان مجہولان خدا پر طعن جن کے مدارج تفصیلی خواہ اجمالی سے
 کلام اللہ و کلام رسول اللہ لا مال ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی
 قدس سرہ العالی ایثار العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لا تجوز نسبة مسلم الى کبیرۃ من غیر تحقیق
 کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فانت
ذلك ثبت متواترا
ہے ، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی
الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا
کہ یہ بتواتر ثابت ہے ۔ (د ت)

عاشق اللہ اگر مومنین و امثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابل الثفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ در کنار خود
حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین و ملئکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلام علیہم اجمعین سے یا تھ دھو بیٹھتا ہے کہ ان
مہملات مخدولہ نے حضرات سعادتنا و مولینا آدم صغی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ
سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات
موجہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھتا ہے ان ہونا کہ اباطیل کے
بعض تفصیل مع رجیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاہرم
ائمہ ملت و ناصحان اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہملات اور سیر و تواریخ کی حکایات پر ہرگز کان
نہ رکھا جائے شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیعہ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف
مدارج النبوة سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں
رحمہ اللہ تعالیٰ :

از جملہ توقیر و بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر
اصحاب و برایشان است و حسن ثنا و رعایت ادب
بایشان و دعا و استغفار مرایشان را حق است
مرکے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ برے و راضی ست
از وے کہ ثنا کردہ شود بروے و سب و طعن ایشان
اگر مخالف اولہ قطعیہ است ، کفر و الابدعت و فسق ،
و همچنین اساک و کف نفس از ذکر اختلاف و
منازعات و وقائع کہ میان ایشان شدہ و گزاشتہ
است و اعراض و اضراب از اخبار مومنین و جملہ
روایۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و بدعتین کہ ذکر
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و احترام و حقیقت
آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے
ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے
دعا و طلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی
اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی
ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان
کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کرنا والا
دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر و نہ بدعت و فاسق ،
اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا
واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

تواضع و زلات ایشان کنند کہ اکثر آن کذب و افتراء است
و طلب کردن در آنچه نقل کرده شد است از ایشان
از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب
خارج و عدم ذکر بیچ یکے از ایشان بہ بدی و عیب بلکہ
ذکر حسنات و فضائل و عمائد صفات ایشان از بہت
آنکہ صحبت ایشان با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یقینی است و ماورائے آن ظنی است و کافیت
درین باب کہ حق تعالیٰ بزرگوار ایشان را برائے صحبت
حبیبہ خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت
درین باب این است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر
احدا منہم الا بخیر و آیات و احادیث کہ فضائل
صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است درین باب
کافی است ^۱ مختصراً۔

میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل
میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں ^۲ مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں : هاتفه المؤرخون
قله حياء و ادباً (مؤرخین کی نقلیں قلت حیا و ادب سے ہیں) امام اجل ثقفی ثابت حافظ متقن قدوہ یحییٰ بن سعید
قطان نے کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں عبید اللہ قراری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریج کے پاس
سیر کرنے کو، فرمایا : تکتب کذا کثیراً (بہت ماحولت لکھو گے) ذکرہ فی المیزان (اس کا ذکر میزان میں

عن فی ترجمۃ محمد بن اسحق حیث قال فل مدارج النبوة مطبوعہ سکھر میں "و آیات کا لفظ نہیں ہے
اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں
(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۔ مدارج النبوة وصل در توقیر حضور و اصحاب و صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۳
۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدیہ باب وفات امیر صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۱/۲۰۴
۳۔ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۶۹

ہے۔ تفصیل اس بحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصديقين رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلّف عیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں :

جمله لعن الله من تخلّف عنها هرگز در کتب اہل سنت
موجود نیست قال الشهرستاني في الملل والنحل
ان هذه الجملة موضوعية ومفتراة و بعض
فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و
در سر خود این جملہ را اورده برائے الزام اہل سنت
کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت
بیاقتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم
بالصحة و حدیث بے سند نزد ایشان شرعاً بے مہار
است کہ اصلاً گوش ہاں نمی نہند
جمله لعن الله من تخلّف عنها "کتب اہل سنت
میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں
کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور
اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس
جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت
کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب
احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں
بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ،
جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں۔ (د ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الا ما قمعشفا فی السيرة من
الاشياء المنكرة المنقطعة والاشعار المكذوبة
قال الفلاس سمعت يحيى القطان يقول لعبد الله
القواريري الى اين تذهب، قال الى وهب بن
جرير اكتب السيرة قال تكتب كذا باكتيوا (مردم)
بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (د ت)

عہ اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما
دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است
اقول یعنی یہ مثال مقام تا باب میں ہے اس کے
علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو
(باقی بر صفحہ آئندہ)

فائدہ ۳ : (انہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلمات علامتین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرّد کذاب ہو تو موضوع تفرّد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن طہاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسع میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی جاس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی انہر ہے کہ آخر الکذب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرّد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مافی باقی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرّد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مذہب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افتراء اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۵) و اگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب و پوچھو مقام پر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لا یخفی علی من مطالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (د)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے

(۱۲ منہ (ت)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے، الموضوع هو المختلق المصنوع^۱
(موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے، ۱۷

شرح الضعیف الخیر الموضوع

الکذب المختلق المصنوع

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے،

الموضوع هو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسمی المختلق^۲
موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرآن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی الفہمۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محسن دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات النقیح میں فرماتے ہیں،
حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا و ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالیٰ علیہ وسلم
فیقال له الموضوع علی فلان و مطلقہ لا ییراد
به الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم و علیہ یتنی ما فی الامر شاد وان
طلعت فانت فی سعته منه کہا ہو ظاہر کلام
آخری ۱۲ منہ (م)
کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے موضوع
علی فلان کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہو گا جو
ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس
کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ
دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ تقریب التواوی مع شرح تدرب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲۷۳/۱

۲۔ الفیہ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۲۹۳/۱

۳۔ ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذة لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۳/۱

من ثبت عنه تعدد الكذب في الحديث و
وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً،
فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين
هذا الا انه ثبت كذبه وعلم ذلك في هذا
الحديث بخصوصه، والمسألة ظنية والحكم
بالوضع والافتراء يحكم الظن الغالب اهـ ملخصاً

اقول مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طبع دنیا یا تائید مذہب
فاسد یا غضب و رنجش وغیرہ کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سبب میں وضع و افتراء
ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طبع وغیرہ غرض فاسد شاہد نہ در اگر کسی طبع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گوئی ہی دی تو
اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہو گا کہ یہاں
بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو پس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام احمد الشان محمد بن اسماعیل
بخاری علیہ رحمۃ الہاری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و مخازی کہ ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب
پھر یحییٰ بن قطان نے کذاب کہا،
اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور

عنه حال التقصى عن هذا في الميزان بقوله
قلت وما يدري هشام بن عروة، فلعله سمع
منها في المسجد او سمع منها وهو صبي او دخل
عليها فحدثته من وراء حجاب، فاعى شئ
في هذا وقد كانت امرأة
قد كبرت واسدت اهـ

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے
ہو جاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید
انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے
سنا جب وہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو
اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا
معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون
بڑھ چکی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ نہ تھی) اھ
(باقی اگلے صفحہ پر)

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقاشی محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال اقبض هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود ثم قد روى عنها محمد بن سوقة الخ

اقول لقائل ان يقول ان الحفاظ الناقدين ربما يعرفون كذب الرجل بقرائن تلوح لهم ولقد نرى قوما من الائمة يكذبون برجلا ولا يذكرون من السبب الا ما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدلنا احتمالات شئ لعل الامر كذا عسى ان كذا وهي جميعا مندفعة عنهم نفس على ذلك الامام النووي في مواضع من

شرحه صحيح مسلم فقال هنا قاعدة تنبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء الله تعالى وهي ان عفان رحمه الله تعالى قال انما ابتلي هاشم (هو ابن زياد الاموي) يعني انما ضعفوه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثني يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا يقتضي ضعفا لانه ليس قيس تصريح بكذب لاحتمال انه سمعه من محمد

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہل علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سوقة نے بھی روایت لی ہے اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقیدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرآن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہ کیا مثلاً وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرآن کو نہیں جانتے، تو ہمارے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ جو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے پاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر عائد دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحتہ نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

اشھدان محمد بن اسحق کذاب ، قلت
وما یدریک قال قال لہ وہیب فقلت لوہیب
وما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت
لمالک وما یدریک قال قال لی ہشام بن عروہ
قلت لہشام بن عروہ وما یدریک قال حدث
عن امراؤ فی فاطمة بنت المنذر وا دخلت
علی وھی بنت تسع وماراھا رجل حتی لقیته
اللہ تعالیٰ ۔

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق
کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟
کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ
آپ کو کیسے معلوم ہے ؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس
نے بتایا تھا ، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے ؟
انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا ۔ میں نے
ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے ؟
انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے
حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک
کہ اس کا وصال ہو گیا ۔ (ت)

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولک افبمثل هذا یعمد الخ اقول
افترأ علی ہؤلاء الائمة المجلة الاعاظم یشہدون
جزا فامنت دون ثبت ثم هذا کله انما ذکرناہ
لیعرف ان الذہبی کیف یحتال للذب عن
قدری امرہ قد ظہر واذا وقع بسنی اشعری
اولی اللہ صوفی صبار لا یمتی ولا یدر کما یدنہ
تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ
تعالیٰ فی الطبقات والافا الراجم عند علمائنا
ایضا ہو توثیق ابن اسحق کما سند کردہ
ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ
اعلم ۱۲ منہ (م)

ربا یر اقول قبل هذا یعمد الخ اقول یہ ان
عظیم ائمہ پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے
کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے
ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس جلد سے
قدری سے کذب کیا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور
جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی فی اللہ صوفی کو بد
کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے
شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے طبقات
میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی رائج
یہی ہے کہ ابن اسحق اللہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان
کریں گے ۔ (ت)

امام بخاری جرز القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں :
 رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحديث ابن اسحاق
 وقال علی عن ابن عیینة ما رأیت احدا یتهم محمد
 بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک
 میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال
 کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے
 بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

علہ نقلہ نریلعی فی نصب الراية قبیل کتاب
 الخنثی ۱۲ منہ (م)
 جیسے کہ زلعی نے نصب الراية میں کتاب الخنثی سے
 تصور اپنے اس کو ذکر کیا ہے۔ (د)

علہ ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق
 فتح میں زیر مسئلہ یقیناً تعجیل المغرب فرماتے ہیں :

توثیق ابن اسحاق هو الحق الا بلج و ما نقل
 عن كلامه المالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله
 اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو
 امير المؤمنين في الحديث ورواه
 عنه مثل الثوري وابن ادريس و
 حماد بن ثريد ويزيد بن زريع و
 ابن علية وعبد الوارث وابن المبارك
 واحتمله احمد وابن معين وعامة
 اهل حديث غفر الله تعالى لهم وقد اطلال
 البخاري في توثيقه في كتاب القراءۃ
 خلف الامام له وذكره ابن حبان
 في الثقات وان مالكا رجع عن الكلام
 في ابن اسحاق واصطلح معه وبعث اليه
 هدية ذكرها امامه ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک
 کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت
 نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں
 قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو گا لاکھ شعبہ نے ان
 کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے
 ثوری، ابن ادريس، حماد بن زید، یزید بن زریع،
 ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین
 نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین
 (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے بارے میں عدم توثیق
 کا، احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے
 اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے
 بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے
 ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق
 کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے
 ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا
 انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (د)

تناوله عن ابن اسحاق فلهيما تكلم الانسان
 فيرمي صاحبه بشئ واحد ولا يتهمة في
 الامور كلها الخ
 محمد بن اسحق پر اہتمام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر
 امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول
 ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے
 پر کسی ایک بات میں طعن کرنا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)
 دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ
 میں فرماتے ہیں،

قال الزركشي في نكتة على ابن الصلاح بيت
 قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فاف
 الاول اثبات الكذب والاختلاق والثاني اخبار
 عن عدم الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم
 وهذا يبيح في كل حديث قال فيه ابن الجوزي
 لا يصح ونحوه قلت او كان نكتة تعبيرة بذلك
 حيث عرّبه انه لم يرد له في الحديث
 قرينة تدل على انه موضوع، غاية الامر انه
 احتمل عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق
 متروك او كذاب هو هذا انما يتم عند تفرد
 الكذاب او المتهم على ان الحافظ ابن حجر
 خص هذا في النجبة باسم المتروك ولم
 ينظمه في مسلك الموضوع -
 زركشي نے اپنی نکتہ علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے
 قول موضوع اور لا یصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی
 صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری
 صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے
 عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس
 حدیث میں جاری ہو گا جس کے بارے میں ابن جوزی نے
 لا یصح کہا یا اس کی مثل کوئی لکھ کہا ہے، میں کہتا ہوں
 کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے
 کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا الفاظ ہری قرینہ
 نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے
 زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع
 ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی
 ہے اور یہ بات اس وقت تمام ہوگی جبکہ وہ حدیث صحیح
 اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نجۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع
 کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے

لا یصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ظہر آیا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متمم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہو تا حکم بالوضع سے کیا مانے تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہ تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارة في قوله خص هذا انما تلمح الى الاقرب وهو المتهم فهو الذي خصه الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد به الكذاب فهو عين الموضوع عنده فانما عرفه بما فيه الطعن بكذب الراوى فليست به هذا كله ما ظهر لي والحمد لله الواحد العلى۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص هذا میں" اشارہ اقرب کی طرف یعنی متمم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انھوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میر کے لیے ظاہر ہو اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا،
هذا ما يظهر لنا والمحل محل تامل فليتأمل
لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔
یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی خود کو سمجھے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا مظاہر فرمائے۔ (ت)

الحمد لله اب بوجہ کثیر اسے تاکہ و تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری و علامہ مناوی میں اس کے نظائر صریح کلام امام اجل شعبہ بن النجاشی سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی کا اقتضا ہے بخیر حدیث سے تائید و ثبوت عقل سے تشبیہ کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد لله سرا و جہرا فقد حقق س جانی و احدث امرا (تمام غیبیاں ظاہر و باطن اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعہ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحت موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لا یصح وغیرہ چلے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بھیجیے نیست ظاہر خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال مرجع کتاب کیا فافہم فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ ت)

قائدہ ۴ : (مجهول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) ، افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فوائج الرحمت میں ہے :
 (لا) جرح (بان لہ سراویا) و احدا (فقط) دون
 اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک
 غیرہ (و هو مجهول العین باصطلاح) کممعان
 ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً
 سمعان بن سنان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ
 مدارعالت دی و حفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں،
 بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ
 زیادتی ہے احقر مختصراً۔ (ت)

پس دربارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں حجت، ہاں مجهول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔
 تبلیغ (غالباً مطلق مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے) مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجهول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں :
 جہالة العین و هو غالب اصطلاح اهل هذا
 محثین جب مطلقاً مجهول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس
 المشان فی هذا الاطلاق سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

قائدہ ۵ : (قائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں، ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتج درود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے وئسل نظائر کے پتے دئے سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاپین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سیسی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث اشیاء البوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارہ فضائل

عنه فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ک فوائج الرحمت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الم مطبوعہ منشورات الشریف الرضی کم / ۱۴۹
 شفاء السقام فی زیارة خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریر رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالفت تھیں مگر پھر اگر اُن کا نسخہ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں بشرح مواہب لدنیہ میں ہے :

امام سیوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے مسموع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاپین، سیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن میر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد نمائے

قال السيوطي في سبيل النجاة مال الى ان الله تعالى احياهما حتى اصابه طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف لا موضوع كالخطيب وابن عساكر وابن شاهين والسهيلي والمحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومثى عليه صلاح الصفدي، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الاثمة هذا الحديث ناسخا للاحادث الواردة بما يخالفه ونصوا على انه مما خر عنها فلا تعارض بينه وبينها اه وقال في الدرج المنيفة جعلوه ناسخا ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والمنة وهذه منقبة هذا كلام هذا الجهمذ وهو في غاية التحير اه ملخصا۔

حدیث یہ عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے (ملخصاً) (ت)

تنبیہ ضروری (دوبارہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) اقول جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروغ میں اس پر مثنیٰ فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مستلزم ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشرور مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ ہیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ حبانا دعویٰ غنا مؤید و مشیت ہو گیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے ان ضعافات کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین و باریہ و صو کے دیتے اور خارج از بحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی سرٹ کتر اجاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا والوالدہ قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یا زوہم اصول الرشاد شریف میں اُن سُنہما کے اس کیہ ضعیف کی طرف اِمانے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

قائدہ ۶ (فائدہ ۶ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل و فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر علامہ علی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہو اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال یبغی ان یجعلها خیال احد حاجبہ
لعادوی ابوداود من حدیث ضباعۃ بنت المقداد
بن الاسود عن ابیہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعلہ
علی حاجبہ الا یمن او الیسوی لا یصمد لہ
صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل و بجہالۃ
ضباعۃ، لکن ہذا الحکم مما یجوز العمل
فیہ بمثل ہذا، لانه من الفضائل اھ باختصار۔
معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں ابروؤں میں سے
کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ بوداؤد نے
ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے
والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ٹکڑی، ستون یا درخت
کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو
اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے
بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث
کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مہبول ہونے کی وجہ سے
سے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ

ایک اور اعلیٰ و اعلیٰ نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی و غیر ہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو عمر یا ابو محمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربارہ مشرفہ نماز مروی ہوا :

فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطاً
اگر اس کے پاس ٹکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے ۔

امام ابو داؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا :
لم نجد شیئاً نشد بہ ہذا الحدیث و لم یجئ الامن
ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت
دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے
نہ آئی ۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف فرمائی بلکہ انہم ائمہ و علمائے مذکورین

عہ قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار قد یعارضن
تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما
لما رد عقبہ فی الحلیۃ بما یاقی عنہا من قوله و
یظہر ان الاشبہ الخ و قال فی المرقاة قد اشار
الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ
احمد و ابن المدینی و ابن المنذر و ابن حبان
و غیرہم و جزم بضعفہ النووی اھ ملخصاً قلت
و هو ان فرض صحیحہ لم یضربنا قیما نحن بصددہ
لما قد منا انفا فی التبیہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ من (ت)

علیہ پھر رد المحتار میں ہے کہ اسکی تضعیف کبھی احمد اور ابن حبان
وغیرہ کی تصحیح کے معارض نہ تھی ہے اور علیہ میں اس کا تعاقب
ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی
”وان یتظہر ان الاشبه الخ“ اور مرقات میں ہے
کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی
طرف اشارہ کیا ہے ، ابن حجر نے کہا کہ احمد ، ابن مدینی ،
ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے
اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ
ملخصاً ۔ میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت ہی فرض کر لی جائے
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ من (ت)

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف مسمیٰ ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے، مرقاة شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول :

قال البيهقي لا بأس بالعمل به وإن اضطرب
إسناده في مثل هذا الحكم إن شاء الله تعالى .
امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں
اضطراب ہے مگر اس طرز کے مسائل میں اس پر عمل
کرنے میں کوئی عرش نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا :

يظهر أن الأشبه قول البيهقي ولا بأس بالعمل
بهذا الحديث في هذا الحكم إن شاء الله تعالى ،
وجزم به شيخنا رحمہ اللہ تعالیٰ فقال والسنة
أولى بالاتباع .
اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس
حدیث پر عمل کرنے میں کوئی عرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ
اشبہ و مختار ہے ، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ
تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ
لائی اتباع ہے ۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

من جوده استدلال بحديث أبي داود وتقدم ما فيه
نكتن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في الفضائل
كما مرانفا ولذا قال ابن الهمام والسنة اول
بالاتباع اه ملخصا .
جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال
ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا ، لیکن
کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف
پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام
ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائی اتباع ہے (ملخصاً)۔

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :

ان سلم انه يعنى الخط غير مقيد فلا ضرر فيه
مع ما فيه من العمل بالحديث الذي يجوز
العمل به في مثله .
اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں
باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے
ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے ۔ (ت)

۲۴۶/۲ لم مرقاة شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السيرة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۳ حلیہ المحلی شرح غنیہ لمصلی

۳۶۸ ص غنیہ المستمل فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۳۶۹ ص ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

ردالمحتار میں ہے :

يسن الخط كما هو السرواية الثانية عن محمد
لحديث أبي داود فان لم يكن معه عصا فليخط
خطا وهو ضعيف لكنه يجوز العمل به في
الفضائل ولذا قال ابن الهمام والسنة أولى
بالاتباع ۳۶۰

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے
انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر
نمازی کے پاس عصا (ٹکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث
ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا
پر امام ابن ہمام نے فرمایا : سنت زیادہ لائق اتباع ہے (۳۶۰)

تشریح (فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ براہیم
جلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس
معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں
یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے لہذا الحمد
قائدہ ۷ (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی
بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ ۷ میں
علی قاری کا ارشاد و گزر کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح کردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول لكن قال الامام ابن امير الحاج
في الحليته بعد ما ذكر حديث ابن ماجة عن
الفاكه و عن ابن عباس والبخاري عن
ابي هريرة رضي الله تعالى عنهم في اغتسال
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم العيد
وقال ان في اسانيد هذه ضعفاء ما نصه ،
واستأنان غسل العيد ان قلنا بان تعدد الطرق
الواردة فيه يبلغ درجة الحسن ، والا لن ندب
وفي ذلك تأمل اه فقد اشار رحمه الله تعالى

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں عیدین
کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل کے
بارے میں حدیث ابن ماجہ ، فاکہ ، ابن عباس سے اور
حدیث بخاری اور ارفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں ،
اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ
کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر
حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے
اور اس میں تأمل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات

ان الضعیف لا یقید الاستثنان و لک ان تقول ان
السنة ربما تطلق على المستحب کعکسه کما
صرحوا بهما فی تبحر کلام الشامی و القاری
وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا
فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اسراده
الاستحسان ومن نفی نفی الاستثنان وقد کان
متأیدا بما فی الحلیة هل ینوب الخط بین
یدیه متابها فحقن ابی حنیفة وهو احدی
الروایتین عن محمد انه لیس بشیء اعی لیس
بشیء مسنون اهل لولاه نراد بعده بل فعله و
ترکه سواء انتهى فقیه بعد بعد فافهم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ
نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض
سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا
ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام
شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی
سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے مروی و روایات
میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا
اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے
نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی
تائید علیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط
سترہ کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ اور
نیز کہتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱) وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ
اصل حدیث، ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک
سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنی حدیث صحیح زکوٰۃ علی، مروی سنن ابی داؤد
ونسائی؛

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے
ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے
تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو، عرض کی نہیں۔ فرمایا، کیا
کچھ یہ پسند ہے کہ اللہ عز و جل قیامت میں ان کے

امراۃ انت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ومعها ابنة لها و فی ید ابنتها مسکینان
غلیظتان من ذهب فقال تعطین ذکاۃ هذا
قالت لا قال یسرك انت یسرك اللہ بہما
یوم القیمة سوارین من نار قال فخلعتھما
فالقنمھما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَعَالَتَ هُمَا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

ہلے آگ کے کنگن پہنائے، اُن بی بی نے کڑے تار کر ڈال دیے
اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ و صلی
تعالیٰ علیہ وسلم

جیسے امام ابوالحسن ابن القطن و امام ابن الملقن و علامہ ترمذی نے کہا: اسنادہ صحیحہ (اس کی سند صحیح ہے)
امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لا مقال فیہ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق
نے فرمایا: لا شبہة فی صحۃ (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے
فرمایا: لا یصح فی ہذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شی (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے کچھ صحیح خبری نہیں) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرہما والا فطریق
ابی داؤد لا مقال فیہ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اسناد
جائے گفتگو نہیں) ابن القطن نے فرمایا:

انما ضعف ہذا الحدیث لان عندہ فیہ
ضعیفین ابن لہیعۃ والمثنی بن
الصباح

ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة
القاری فی المرقاة۔
انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے
اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے
ابن لہیعۃ اور ثنی بن الصباح۔

اور سنی حدیث رد شمس کہ حضور پُر نور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۲۱۸/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الكنز ما ہو و زکوۃ الحلی	۱
۱۶۴/۲	مطبوعہ توریب رضویہ سکھر	بحوالہ ابی الحسن ابن القطعان فصل فی الذہب	۲
۱۶۴/۲	" "	" "	۳
۱۶۵/۲	" "	" "	۴
۸۱/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب ما جاء فی زکوۃ الحلی	۵
۱۶۴/۲	نوریہ رضویہ سکھر	فتح التدریج بحوالہ المنذر فصل فی الذہب	۶
۱۶۴/۲	" "	بحوالہ ابن القطان	۷

وجہ الکریم نے نماز عصر اور اکیسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطی و امام قطب خیسری و امام حافظ الشان
عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ہوا مفصل فی الشفاء و شروحد و
المواہب و شرحہا (جیسے شفاء) اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ (ت)
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد و جماعة من الحفاظ امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار
بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں
بعض الکذابين والا فطر قد السابقة يتعنن کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ
معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چر جائیکہ
الوضع۔ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترمذی امام شیخ الاسلام عمدة الکرام مرجع العلماء الاعلام تقي الملة والدين ابو الحسن علی بن عبد اللہ کاف سبکی
قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب منظر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیادة خیر الانام
علیه و علی آله افضل الصلاة والسلام میں فرماتے ہیں:

وما يجب ان يتنبه له ان حکم المحدثين اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی
بالانكار والاستخراب قد يكون بحسب تلك حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے
الطريق فلا يلزم من ذلك سرد متن الحديث لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد
بخلاف اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ
فاته حکم على المتن من حيث الجملة۔ بالاجمال اس متن پر حکم ہے۔

لطيفة جلیلة نفیضة: (لطيفة جلیلة نفیضة جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم
جلیل جس میں ان بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عز و جل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عنه في الباب الاول تحت الحديث الخامس من باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے جس
حج البيت فلم يزدني فقد جفاني ۱۲ منہ (م) نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

لہ شرح الزرقانی علی المواہب اللذیہ رؤس لم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر ۱۳۲/۵
لہ شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہ یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی :

یا رسول اللہ ان من توبتی ان اخلع من مالی یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا
صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسلم۔ کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیث حضرات و بابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دہ پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بحواب استفتاء بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی الامن والعلیٰ لنا عتی المصطفیٰ بدافع البلاء ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شریک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں کہ اللہ و رسول نے دو تمند کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دوہائی، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گرا گرا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہیں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور حقیقتوں کے ٹانے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بدائیں دفع کرتے ہیں۔

علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

حضور کے خادم بلند ہی مرتبہ دیتے ہیں، حضور کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں کہیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شکنجہ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ غمناک بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جانِ جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب بچے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربِّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیہ کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پول کی قید نہ ادا کس پر چھوڑ، یہ تو کھانچا گن بارہ ماؤس جاری ہے۔

اشراک بمذہب کہ تا حق برسد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بجز اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذلک من فضل اللہ علینا و علی الناس و مکن اکثر الناس لا یشکرون اللہ سب او من عنی ان اشکو
یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس

علی و علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

میزان میں ہے،

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون الغنوی
وثقہ جماعة و وہاء شعبۃ فیما قبل ولم یصح
بل صح انہ حدث عنہ۔

اسی میں ہے،

عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ و عنہ
شعبۃ لا یعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ

اقول لکن قال یزید بن ہارون
قال شعبۃ داری و حماری فی المساکین صدق
ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب
فی الحدیث قلت له فلم سمعت عنہ؟
قال ومن یصبر عن ذالحدیث۔ یعنی
حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ
عن امہ انها قالت رأیت رسول صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الركوع
کما فی المیزان **ولک التفصی عنہ** بات
السماع شی و الحدیث شی، و الکلام فی
الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول
الوجهین و سنذكر اخر هذه الفائدة ان

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون غنوی کو ایک جماعت نے
ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور
کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے
حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

عبد الاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے
شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن
شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں (ت)

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ
شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں
صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں
جھوٹا نہ ہو انہیں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے
کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو
صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے،
اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو
ابراہیم سے علقمہ سے عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی
والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر
میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان
میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

۴۹/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	ابراہیم بن العلاء	ترجمہ ۱۵۲	۱
۵۳۲/۲	"	عبد الاکرم	"	۲
۱۱/۱	"	ابان ابن ابی عیاش	۱۵	۳

یہ ہے کہ سناٹا اور شنی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے۔
گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے
مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام
شعبہ بھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے توجہ حدیث بیان کرے تو
اُس پر ثابت قدم رہے۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید
کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث
بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے
جیسا کہ تیسویں اضافہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے
کہ شعبہ نے کبھی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر
میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول
ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی
ہے کہ عیسیٰ نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے —
میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم
ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے
میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے اھ — قلت یہ
نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک حدیث
کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول
ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ
کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے
جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے
زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جو زجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی،
نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

الامام مریمہ حمل عن شاء، فاذا حدث
ثبت **لعمري** لعل الصواب التقييد بمن
حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل
فيه لما تقدم في الافادة الثالثة والعشرين
من قول ابن عدی ان شعبه حدث عن
الكلبي ورضيه بالتفسير كما نقله في
الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار
قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيخ شعبه
نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال
ابو حاتم شيخ **اھ قلت** وهذا لا يضر فقد
يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح
او مجهول حتى ان من شيوخه الذين
وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم جابرين
يزيد الجعفی ذاك الضعيف الرافضی المتهم
قال الامام ما لا عظم مرضي الله تعالى عن
ما رأت فيمن رأت افضل من عطاء ولا
اكذب من جابر الجعفی وكذلك كذب ايوب
وزائدة ويحيى والجوزجاني وتركه القطان
وابن مہدی والنسائی وآخرون۔

۵۵۸/۳	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	۵۵۸/۳	۵۵۸/۳	۵۵۸/۳	۵۵۸/۳
۹۱۳/۳	" " " "	۹۱۳/۳	۹۱۳/۳	۹۱۳/۳	۹۱۳/۳
۳۸۰/۱	" " " "	۳۸۰/۱	۳۸۰/۱	۳۸۰/۱	۳۸۰/۱

۱۔ میزان الاعتدال ترجمہ ۵۴۴، محمد بن السائب الکلبی

۲۔ میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۲، محمد بن عبد الجبار

۳۔ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵، جابر بن یزید الجعفی

شفار السقام علیہ السلام شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن یروی الا عن ثقة
وقد صرح الخضم (یعنی ابن تیسیم) بذلك في
الكتاب الذي صنّفه في الرد على البكري
بعد عشر كرايس منه قال ان القائلين بالجر
والتعديل من علماء الحديث نوعان منهم
من لم يروا الا عن ثقة عنده كمالك وشعبة
ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي
واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثالهم

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت
نہیں کرتے اور مخالفت (یعنی ابن تیسیم) نے اس بات کی
اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رویں
اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و
تعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو
صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ،
یحییٰ بن سعید، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور
اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اہل (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجة بن الصلت البرجمي الكوفي روى
عنه الشعبي وقد قال ابن أبي خيثمة اذا روى
الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحتج
بحديثه

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت
کیا ہے اور ابن ابی خثیمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص
سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ
ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

تہذیب میں ہے :

من لا يروي الا عن عدل كابن مهدي
ويحيى بن سعيد اقول ولا ينكر عليهما
بما في الميزان عن عباس الدوري عن
يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لولم
ارواك عن ارضي ما رويت الا عن خمسة اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے
ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اقول اور
اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا
جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے
انہوں نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت

عن في الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲ من (م)

عنه في ترجمة اسرائيل بن يونس ۱۲ من (م)

مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

شفار السقام الحديث الاول

تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۲۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف آباد دکن ۵/۳

تہذیب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۱۴

فان رضى يحيى غاية لا تدرك وكيف يظن به
ان الخلق كلهم عنده ضعفاء الا خمسة وانما
المرضى له جبل ثبت شامخ من اسخ لهر يزل ولم
يتزلزل ولا في حرف ولا مرة -

ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس
فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہونے والی ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)
تہذیب التہذیب میں ہے :

سليمان بن حرب بن بجيل ازدي واشجي
ابو حاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور
وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے
تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا (ملفوظات)

تقریب التہذیب میں ہے :

مظفر بن مدرك الخراساني ابو كامل ثقة اور پختہ ہیں اور
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے -

نافعہ جامعہ : امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں ،

تتمه ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے
روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر - وہ امام احمد ،

عنه في معرفة من تقبل روايته ۱۲ من (م)
جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)

تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس ائمة المعارف حیدرآباد دکن ۱۴۸۷/۴
تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

وسليمن بن حرب، وشعبة، والشعبي وعبد الرحمن بن مهدي ومالك ويحيى بن سعيد القطان و ذلك في شعبة على المشهور فإنه كان يتعنت في الرجال ولا يروى إلا عن ثبت، وألا فقد قال عاصم : على سمعت شعبة يقول لو لم احدثكم إلا عن ثقة لم احدثكم عن ثلثين وفي نسخة ثلثين و ذلك اعتراف منه بأنه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عن اجمع على ضعفه، وأما سفيان الثوري فكان يترخص مع سعة علمه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحب شعبة لا تحملوا عن الثوري إلا عن تعرفون فإنه لا يبالى عن حمل وقال الفلاس قال لي يحيى بن سعيد لا تكتب عن معتبر إلا عن تعرف فإنه يحدث عن كل شيء

يحيى بن محمد، حريز بن عثمان، سليمان بن حرب، شعبة، شعبي، عبد الرحمن بن مهدي، مالك، وأبي يحيى بن سعيد القطان، وأبو شعبة کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبة کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہوا، اور ہر حال میں سفيان ثوري کا تو وہ باوجود علی وسعت اور ورع و تقویٰ کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبة نے کہا ہے کہ ثوري سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے يحيى بن سعيد نے کہا کہ معتبر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول ما ذكر عن عاصم في جواز بل يجب حمله على مثل ما قد منافي كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقا آخر اخص واضيق كما قال في التدريب ان ابنت مهدي قال حدثنا ابوخلدة فقل له اكان ثقة فقال كان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام يحيى پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و اخص ہے جیسا کہ تدريب میں ہے کہ ابن مهدي

کہتے ہیں کہ ہمیں ابو غلہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن جنبل سے عبد الوہاب بن عطاء کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اھ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (د ت)

ثمرا قول (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی) انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ النعمان النعم اللہ تعالیٰ علیہ بالنعام الرضوان ولنعمہ بالنعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض مغلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التخییر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابو حنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے اھ (د ت)

وكان مأمونا وكان خير الثقة شعبة وسفيان قال وحكى السروزي قال سألت ابن جنبل عبد الوهاب بن عطاء ثقة قال لا تدري ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان اھ فعليك بالتثبت فان الامر جلي واضح .

قال محمد بن الحسن رضي الله تعالى عنه في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة ثنا ليث بن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال ليس في مال اليتيم تركوة وليث كاف احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره ومعلوم ان ابا حنيفة لم يكن ليذهب في اخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه و هو الذي شد في امر الرواية ماله يشده غيره على ما عرف اھ .

تنبيه (قلة المبالة في الاخذ قد حدث من من التابعين — اخذ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

قلت هذا التوسع وقلة المبالة في

مقبولة عندنا وعند الجماعه ولا شك ان
عطاء و الحسن و الزهري منهم و قلة المبالاة
عند التحمل لا يقتضيها عند الاداء فقد ياخذ
الامام من شاء ولا يرسله الا اذا استوثق
وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذلك
الومع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان
يحيى بن سعيد القطان و ذلك الجبل العلى
على بن مدينى الذى كان البخارى يقول ما
استصغرت نفسى الا عنده و ذلك الامام
الاجل نقاد العلل ابو زرعة الرازى و ناهيك
بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن
فى حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين
واما على فقال مراسلات الحسن البصرى
التي رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط
منها، واما ابو زرعة فقال كل شئ قال الحسن قال
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت
له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها
فى التدریب -

ہمارے اور جمہور علما کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی
شک نہیں کہ عطاء، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور
انہیں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی
نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ
کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے
وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی
مراسیل کو قبول کرنے میں یحییٰ بن سعید القطان شریک
ہیں جو ورع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں
نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن
مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں
نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بیچ نہیں
سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابو زرعة رازی بھی شریک
ہیں اور یہ لوگ ائمہ کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے
کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ
کہہ دیں "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"
تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور
ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو
ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں
یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں
اور ابو زرعة کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہا ہے مجھے
چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (د)

قلت (میں کہتا ہوں) عدم وجدان عدم وجود
کو مستلزم نہیں تو یحییٰ کو ایک یا دو احادیث جو

قلت وعدم الوجدان لا يقتضى
عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا و

اشان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و
 فوق کل ذی علم علیہ و نقل فی مسلم الثبوت
 عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال متی قلت لکم
 حدثنی فلان فہو حدیثہ ومتی قلت قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعن سبعین
 اھ وفي التدريب قال یونس بن عبید سألت
 الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لم تدرکہ
 فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی
 عنہ احد قبلك ولولا منزلتک منی ما اخبرتک
 افی فی زمان کما تری وکانت فی زمان
 الحجاج کل شیء سمعتنی اقلہ قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہو من علی
 بن ابی طالب غیر افی فی زمان لا استطیع ان
 اذکر علیاً اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زمین ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
 باری ہے و فوق کل ذی علم علیہ (ہر علم والے
 پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
 فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے
 اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا تو وہ شتر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب
 میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
 حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ؟
 فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
 جو مجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا ،
 اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
 سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ
 جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام
 ذکر نہیں کر سکتا (اس لیے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فائدہ ۱۰ : (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہ احادیث طبقہ رابعہ) سُفہائے زمانہ نے
 احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہین

سہ القرآن ۶/۱۲

سہ مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

سہ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۰۴/۱

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہی نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث،

من طاف بالبدیت اسبوعاً ثم اقی مقام ابراہیم
فركم عندہ ركعتین ثم اقی من مزب فشرّب
من مائه اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیومر ولدتہ
امہ۔
جوسات پھیرے طواف کر کے مقام ابراہیم میں
دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا
پانی پیئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے
جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں،

حيث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجنیدی
فی فضائل مکة والدیلمی فی مسندہ لا یقال
انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف۔
جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جنیدی نے فضائل مکہ اور
دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جیگا
نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح و تنقیح و ثابیت و موضوع جس طرح وضع ممکن
یونہی صحت محتمل توجہ تک خصوص متین و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو
معین کر لینا محض ظلم و جزا ہے تو اُن کی حدیث قبل تمہیں حال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں
مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی
لاہرم و درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی
یہاں بھی کمالاً یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر معنی نہیں۔ ت) فرائع الرخوت میں ہمارے علماء کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے،

الراوی انکان غیر معروف بالفقاہة ولا
بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین
فان قبلہ الاثمة او سکتوا عنہ عند ظہور
راوی حدیث اگر فقاہت روایت میں معروف نہ ہو
بلکہ کسی ایک یا دو احادیث معروف ہو اور محدثین نے
اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس نے غاموشی

معرف العداۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ فی مسئلۃ معرف العداۃ ۱۲ منہ (م)

۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۰۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم

الرواية او اختلفوا كان كاللمعروف وان لم يظهر منهم غير الطعن كان مردودا وان لم يظهر شيء منهم لم يجب العمل بل يجوز فيعمل به في المندوبات والفضائل والتواريخ

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ جو یہ تعبیل ہنگام تبیض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلیفین متکبرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ و دانہ مخالطہ ذہنی تذکرہ مذکورہ بھی کتب فہرشی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو یسبب کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیحہ فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہا میں انھیں میں جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظهار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہرة
 علی الا لسن والصبوب خلافا علی نمط ذکرته
 فی التذکرۃ فینہ من عرف نفسه عرف ربہ
 یسبب بشارت دانت ربی فی صورة شاب لہ
 وفرة صحیحہ محمول علی رویۃ المنام
 اد مؤول حج المؤمن غر کریم والمناف خب
 لنیم موضوع ح ما شہد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں کیا ہے اس میں وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد اقول یہ عجیب حالانکہ ابو داؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

لہ فرائح الرحمت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ محمول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۹/۲
 ف۔ یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے بحوالہ کے لیے ۵۱۹ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

خواب پر محمول ہے یا یہ موقوف ہے اور حدیث مومن و مومنہ کا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق و منافقات اور مکینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

الابیاء به احدهما ضعيف فيه طلب العلم
فريضة على كل مسلم طرقتها واهية ح من
ادى الفريضة و علم الناس الخير كانت فضله

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ترمذی اور عاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ یہ اعلیٰ درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہا

نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفران و دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے

ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ (م)

عہ اقول بل صحیح من اعلیٰ الصحاح فلما لك والصحيحين غيرهما عن ابن عمر رضي الله عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما وللبخاري عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه رفعه من قال لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما ولا بد من جبان عن ابی سعيد رضي الله تعالى عنه بسند صحيح مرفوعاً ما اكفر من رجل رجا قط الابیاء بهسا احدهما وفي الباب غير ذلك فان اراد خصوص اللفظ فقليل الجدد ۱۲ منہ (م)

اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول والصحيح انه لا ينزل عن الحسن كما بينته في النجوم الثواقب في تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علی نور ہے موجود نہیں۔ اس میں ہے سب اہل انگیوں کا باطن جو حق کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علما سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکن ہم یتاہلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نور علی نور لم یوجد فیہ مسح العینین بباطن السبائین بعد تقبیلہما لا یصح وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین فیہ الصلاۃ عماد الدین ضعیف وصلۃ التسبیح ضعیف الدارقطنی اصح شئی فی فضل الصلوٰۃ صلاۃ التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء فی المقاصد رجالہ ثقافت وفی المختصر منکر فی المقاصد ماء من مزمل لما شرب له ضعیف لکن له شاهد فی مسلح ان الله یبعث لهذه الامۃ علی رأس کل مائۃ من یرجد لها دینہا صحیحہ الحاکم مثل امثلی کاظم

بلکہ اس کی تحریک زرین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت) حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت) اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عیینہ، دیلمی، منذری اور ابن جریر نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت) اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

عہ بل اخرجه نمرین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیہ ۱۲ منہ (م)

عہ الحق انه حدیث حسن صحیح لا شك حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ان لم یکن لذاتہ و التفصیل فی اللآلی ۱۲ منہ (م)

عہ اقول کذا قال المناوی وبالعۃ الذهبی کعادته فقال کذب ۱۲ منہ (م)

عہ اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسن المناوی وصححه الامام سفین بن عیینہ والد میاطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ (م)

عہ ورواه ابوداؤد وقال المناوی الاستاد صحیح ۱۲ منہ (م)

لا یدری اولہ خیر ام آخرہ موضوع فی الوجیز
انا و ابوبکر و عمر خلقنا من تربۃ واحدة فیہ
مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد
فی اولی حدیث فی وقتین قال ابن حبان باطل
قات الوقت اولی فان لہ طرقا عدیدۃ لا یاس
ببعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوما سندہ
ضعیف ولہ شاہد ح یكون فی آخر الزمان
خليفة لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضوع
قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرۃ اھ ملقطا
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس
میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث ابویں جو دو درقوں
پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سندوں میں۔

عہ اقول ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی
فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسنہ
وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اخرجہ البزار قال السخاوی بسند حسن
وفیہ عن علی وعن عمار وعن عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابن عبد البر
الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم لہ
علۃ قال المناوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ
اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے
میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔
سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے
میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبد البر
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آفرزمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں احصائاً۔ (ت)

قائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاۃ ائمہ اوہام قاصرین زماں کا ابطال و ازباق) اقول و باللہ التوفیق اذ بان اکثر قاصرین زماں میں سند کی فضیلتیں اور کمال ترین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتدین میں بصیغہ جرم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مفاز، بیس، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بن الاندفاع مشابہیر محدثین و جمابہیر فقہاء دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ الرجال علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان فصاعداً و مثاله ما يرويه تابعي التابعي قائله فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابوبكر و عمر و غيرهما غير ان كل واحد سائط بينه وبينهم و ذكر ابو نصر السجزي الحافظ قول الراوي "بلغني" نحو قول مالك "بلغني" عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للمملوك طعامة و كسوته الحديث و قال اصحاب الحديث ليسمونه المعضل قلت و قول المصنفين من الفقهاء

المعضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر السجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغني" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور پکڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

معاذیل بھی مسانید کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیر میں کی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثربین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجدوا لہا لکان لہا اجنحة یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین لا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) صراحت دربارہ عقائد و احکام ہے۔
فان الحاجة الى القتال انما هي فيما يجري فيه لاثاني کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا
التشديد والتاكس دون ما اجمعوا على ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔
التساهل فيه۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام مبارک عبد اللہ بن مبارک فلول الاسناد لقتال من شاء ما شاء (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعات فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کچھ۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قد ہنا بیانہ فی الافادة الثانية والعشیرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نا متصل جمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال و لہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فرائح الرحمت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا:
لم یظہر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدة (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم في مقدمة صحيحه قال قال محمد يعني ابن عبد الله بن قهزاذ، سمعت ابا اسحاق ابراهيم بن عيسى الطالقاني قال قلت لعبد الله بن مبارك يا ابا عبد الرحمن الحديث الذي جاء ان من البر بعد البر ان تصلي لا بويك مع صلاتك وتصوم لهما مع صومك قال فقال عبد الله يا ابا اسحق عن من هذا اقل قلت له هذا من حديث شهاب بن خراش فقال ثقة عن من قال قلت عن الحجاج بن دينار قال ثقة عن من قال قلت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال يا ابا اسحق ان بين الحجاج بن دينار وبين النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مفاوز تنقطع فيها اعناق المطى ولكن ليس في الصدقة اختلاف. نبى اكرم صلى الله تعالى عليه وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کو دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (د ت) امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنى هذه الحكاية انه لا يقبل الحديث الا باسناد صحيح. اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (د ت)

اب اگر ان کلمات کو عموماً پر رکھتے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نام متصل باطل و ملحق بالمرسوع ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر کی شافعی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الركوع مکتبہ امدادیہ طمان ۳۱۶/۲

عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہونہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر وال ہو
کما قرس نافی الکلمات المذكورة (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارہ رد و
قبول غالب ومحاورات علماء صرف نظریہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نجدہ و نیزہ وغیرہا میں دیکھئے کہ
حدیث کی دو قسمیں کیں؛ مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ
ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے
اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ت)

(جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی
حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات
مذکورہ فضائل و رکنا رخو باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل
غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہ اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے
ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسئلہ
و شروحه وغیرہا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً
اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنہم الامام
الوحیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذا کان الروی ثقلاً
وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام
یقبل من القرون الثلاث مطلقاً ومن ائمة
التقل بعد ثلاث القرون وقال طائفة من
المتاخرین منہم الشیخ ابن الحاجب المالکی
والشیخ کمال الدین بن الہمام منا یقبل من
ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان
اعتقد بشیئ ام لا ویوقوف فی المرسل من
مرسل الرصابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا
جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر
علماء جن میں امام اعظم البوصینیہ، امام مالک اور
امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے
مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان
رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں
فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل
مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل
بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں
ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام اہم سے
(یعنی اخاف) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے
(باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثر میں پر بھی لازم، آخر اس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اس کے لیے ذکر و عدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسابقت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں کیا وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہد بایں ہمہ امام ابن الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی و غیر ہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام محمد نے کسی حدیث کی صحت پر تفصیل کی یا کتاب ملتزم الصحتہ میں اسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا، کما ذکرنا نصوصہم فی مدارج طبقات الحديث وقد تقدم نص القامري عن شيخ الاسلام في الافادة الحادية والعشرين۔ جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحديث میں ان کی تصریح کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہوا جرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ہذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزيمة یا ضیاء کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیر ہم وهو المختار قيل وهو مراد بالائمة الثلاثة والجمهور ولا يقول احد بتوثيق من ليس له معرفة في التوثيق والتجريح وعلى هذا خلاف ابن ابان في عدم اشتراط هذا الشرط في القرون الثلاثة لزعمه عدم الحاجة الى التوثيق في تلك القرون لان الرواة فيها كانوا اهل بصيرة في التوثيق والتجريح اه من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریر کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریر کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

لہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسند فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۷۶

یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام محمد ناقہ مختلط کا کہنا،

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
الى غير ذلك من احكامه واحواله ونعوت
جماله وشيونه جلاله وصفاته كماله صلوات
الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلوات الله
تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف
ومجد وعظم وكرم امين۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے
آپ کے دیگر احکام و احوال، آپ کے جمال و جلال
کی صفات و شائیں اور آپ کے صفات کا مد میں
آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی
آل و اصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام،
شرافت، بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین

الحمد لله که اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور
حضور پروردگار سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود و مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس
نام کریم و صلوة و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون و تنویر قلوب و تکفیر ذنوب و سلامت ایمان و
امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی المشرق کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین و هو اکرم من
ان یدع ما بینہما و کان ذلك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلمها السابعة عشر من الشهر الفاخر
شهر ربیع آخرت من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الجبیب
سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و اولیائہ اجمعین آخر دعوانا ان الحمد لله
رب العالمین، سیحک اللہم و بحمدک، اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب
الیک، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔